رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵

نور

یہدی اللہ لنورہ من یشاء

ایڈیٹر ایس محمد یوسف

مقاصد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا۔ اور دیگر مذاہب پر اس کی فضیلت ظاہر کرنا (۲) غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا (۳) دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل و صحیح جواب دینا (۴) راعی و رعایا کے تعلقات کو مضبوط و مستحکم بنانا

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے ۲؍
〃 ششماہی 〃 ۱؍۲
〃 سالانہ سرپرستوں سے ۱۰؍
〃 امراء سے ۵؍
〃 ممالک غیر سے صرف آٹھ شلنگ

جلد ۲۵ — اخبار نور قادیان دارالامان مورخہ ۳ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۵۵ھ — نمبر ۱۸

اِس عنایتِ خسروانہ کا تہِ دل سے شکریہ

۲۴ اپریل کا دن بہت دیر تک یاد رہے گا۔ جب کہ مجھے ہز ہائی نس شری ۱۰۸ مہاراجہ ادھیراج مہندر بہادر جی پٹیالہ کی خدمت عالیہ میں فرقان پاک کے ہندی ترجمہ کا تحفہ پیش کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ میرے دِل کے کسی گوشہ میں یہ خواہش نہ تھی کہ مجھے کچھ ملے۔ اور میرے لئے یہ کچھ کم فخر کی بات نہ تھی کہ میں نے اس بابرکت تحفہ کو ایک اعلیٰ ترین شخصیت کے حضور پیش کیا۔ مگر شری حضور مہاراجہ صاحب بہادر موصوف جو علم دوست۔ علم پرور۔ اور جن کی ذرہ نوازی زبان زد خلائق۔ اور جن کی رواداری اور وسیع القلبی دیگر والیانِ ریاست کے لئے ایک نمونہ ہے۔ انہوں نے ازراہِ عنایتِ خسروانہ خاکسار کو ایک ہزار روپیہ بھی عطا فرمایا ہے جس کے لئے میری تہِ دِل سے دعا ہے کہ اِس تحفہ کو قبول فرمائے۔ اور پھر اس عنایت خسروانہ کے لئے اللہ کریم شری حضور مہاراجہ صاحب بہادر اٹل پرتاپی کو اجر عظیم دے۔ اور ان کے جاہ و حشمت میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہو۔ اور ایسے وجود ذیجود کا سایہ رحمت بہت دیر تک رعایا کے سر پر رہے۔ آمین ؏

خاکسار۔ ایڈیٹر نور

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام شیخ غلام حیدر پرنٹر چھپا اور شیخ محمد یوسف ایڈیٹر نے قادیان ضلع گورداسپور سے شائع کیا۔

محمد یعقوب کاتب دعا کا محتاج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمانوں کی ایجادات

تاریخ کی ورق گردانی کیجئے تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ مسلمانوں نے وہ کون علوم تھے جنہیں حاصل نہ کیا؟ وہ کون سے فنون تھے جن میں مسلمانوں نے کمال نہ پیدا کیا۔ وہ کون سی ایجادات تھیں جو ان سے بچ رہیں۔ اصفہان میں انہوں نے تلواریں بنائیں تو حلب میں آئینہ سازی کی۔ سوس میں سوئی بنائی تو تبریز میں قالین۔ سمرقند میں کاغذ اختراع کیا۔ تو مصر میں مصری بنائی۔ مراکش میں چمڑے کی دباغت کی۔ یمن میں ریشمی چادریں بنائیں۔ ٹیونس میں جہاز سازی کی تو بغداد میں بارود بنائی۔

ابن یونس نے وقت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے آلہ پنڈولم ایجاد کیا۔ ابن قسانی بہت مشہور گھڑی ساز تھا۔ اور گھڑی سازی کے فن میں یکتائے روزگار تھا۔ کلاک اسی کا اختراع ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید نے شاہ فرانس (شارلمین) کو ایک گھڑی بھیجی تھی جس کو دیکھ کر وہاں کے لوگ دنگ ہو گئے تھے۔ اور کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ کس طرح استعمال کیا جائے۔ یہ گھڑی عجیب صنعت سے تیار کی گئی تھی۔ ایک بجے اس کے اندر سے ایک سوار نکلتا۔ دو بجے دو۔ تین بجے تین۔ اسی طرح ایک ایک گھنٹے کے بعد ایک ایک سوار زیادہ نکلتا۔

علامہ شبلی نے اپنے مضمون میں ابن جبیر کے سفر نامہ سے دمشق کی ایک گھڑی کا ذکر کیا ہے۔ کہ باب جیرون کی دیوار میں طاق کی شکل کا ایک دریچہ ہے۔ اور اس میں چھوٹے طاقچے ہیں۔ ان طاقچوں میں چھوٹے چھوٹے دروازے ہیں۔ پہلے اور آخری طاقچوں کے نیچے دو باز بنے ہوئے ہیں جو پیتل کی تھالیوں پر کھڑے ہیں۔ جب ایک گھنٹہ گذرتا ہے۔ تو دونوں باز اپنی گردنیں بڑھاتے ہیں۔ اور اپنی چونچ سے ان تھالیوں میں انداز سے پیتل کی گولیاں گراتے ہیں کہ جادو معلوم ہوتا ہے۔ گولیوں کے گرنے سے گونج پیدا ہوتی ہے۔ اور طاقچے کا دروازہ جو اس گھنٹے کے لئے بنا ہوا ہے خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح جب ایک دور پورا ہو جاتا ہے۔ تو تمام دروازے خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔

خلیفہ مستنصر باللہ عباسی نے بغداد کے مشہور مدرسہ مستنصریہ کے لئے ایک عجیب و غریب گھڑی بنائی تھی۔ جس کی یہ صورت تھی کہ لاجورد کا ایک حلقہ آسمان کی شکل کا بنا ہوا تھا۔ اور اس میں ایک آفتاب تھا جو برابر حرکت کرتا رہتا تھا۔

محمد ابن موسیٰ پہلا شخص تھا جس نے کرہ زمین کی پیمائش کا طریقہ بتایا۔ آلات ایجاد کئے۔ اور اس فن میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

امیر فتح اللہ شیرازی نے سب سے پہلے ایسی بندوق ایجاد کی کہ جس سے پے در پے بارہ آوازیں ہوتی تھیں۔

مشہور فرانسیسی مؤرخ ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے منجملہ عربوں کے ایجادات کے ایک بہت بڑی ایجاد بارود ہے۔

اسپین کے سلطان عبدالمومن نے قرآن پاک کے رکھنے کے لئے ایک عجیب و غریب صندوق ایجاد کرایا تھا جس میں کنجی ڈالنے سے پٹ کھل جاتے۔ اور اندر سے ایک خانہ نکلتا تھا جس میں ایک رحل کرسی رکھی ہوئی ہوتی۔ رحل خود بخود کھل جاتی۔ اور جب رحل اور چوکی باہر نکل آئیں۔ تو پٹ خود ہی بند ہو جاتے۔ جب کنجی الٹی پھیری جاتی تو خانہ کھل جاتا۔ اور چوکی اور رحل بند ہو جاتیں۔

لیڈی میریا کالیکنیٹ اپنی تاریخ اسپین صفحہ ۷۵ میں اسی سلطان کی عجیب و غریب ممبر و کرسی کے بیان میں لکھتی ہے کہ جو ممبر و کرسی عبدالمومن کے واسطے اس کی خاص مسجد میں بنائی گئی تھی۔ اگر اس کی تعریف پر اعتبار کریں تو اس زمانہ میں مشینری بنانے والوں کی عقل بہت تیز تھی۔ ممبر خوشگوار لکڑی کا نہایت حکمت سے بنایا گیا۔ اور پھولوں اور پھلوں سے منقش تھا۔ نہایت صاف پٹڑی اور قبضے سونے کے تھے۔ چوکی بادشاہ کو بہت بیش قیمت تھی۔ جہاں جہاں چاہتے وہاں رکھتے تھے۔ اور سرکانے میں کسی قسم کی کھڑکھڑاہٹ نہیں ہوتی تھی

اس کے چھ ٹکڑے تھے۔ اور تہ بہ تہ ہو جاتے تھے۔ اور اس کے ذریعہ سے وہ بھی بڑھ سکتے تھے۔ اس کے قبضے ایسے بنائے گئے تھے کہ قفل بھوں کے استعمال میں لاتے تھے۔ اور کچھ آواز کھڑکھڑاہٹ کی نہیں آتی تھی۔ ممبر اور کرسی ایسے علم ہندسہ کے مطابق بنائی گئی تھی۔ کہ جب بادشاہ کسی دروازے سے داخل ہو اور وہ کھولا جائے۔ تو اسی وقت اور فوراً ہٹ سکتے تھے۔ اور ممبر ایسا تھا کہ جب واعظ زینے پر چڑھتا تو رفتہ رفتہ اس کا دروازہ کھل جاتا۔ جب واعظ اس کے اندر داخل ہو جاتا۔ تو آہستہ آہستہ بند ہو جاتا۔ ... اور اس تمام خاندان کے لوگ اسی طرح سے کرسی میں داخل ہوتے تھے

امیر فتح اللہ شیرازی نے ایک ایسی چکی بنائی تھی۔ جو بغیر پانی اور ہوا کے دود سے خود بخود چلتی تھی۔

عدن کے ڈاکٹر صاحب کیا فرماتے ہیں!

جناب ڈاکٹر بشیر حسن صاحب میڈیکل آفیسر انچارج نمبر ۱ سیکشن ہسپتال عدن تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ سے جو ایک تولہ سرمہ منگوایا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ ایک تولہ اور بھیجئے۔ یہاں پر اس کی مانگ بہت زیادہ ہے۔ بہتر ہو کہ آپ کسی لوکل تاجر سے خط و کتابت کر کے اسے مارکیٹ میں مشہور کریں۔ تجربہ میں یہ اس قدر مفید ثابت ہوا ہے کہ میں اپنے مریضوں کو صرف اسی کے استعمال کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ اور نتائج نہایت خوشگوار رہتے ہیں"

دنیا مان چکی ہے کہ ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ جالا۔ پھولا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ گوہانجنی۔ رتوندہ۔ ابتدائی موتیا بند۔ غرضیکہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ "میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آپ کے موتی سرمہ کو استعمال کر کے بہت مفید پایا۔ گذشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے آنکھوں میں درد ہونے لگتا تھا۔ اور دماغ میں بوجھ رہنے کے علاوہ آنکھوں میں سرخی بھی رہتی تھی۔ ان ایام میں میں نے جب بھی آپ کا سرمہ استعمال کیا مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا"

قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ

مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وید اور ہندو اکابر

آریہ سماج کا یہ دعویٰ ہے کہ جب سے یہ دنیا ہے تب سے وید ہیں۔ اگرچہ ویدوں کے علماء کی رائے بعض حالات میں اس کے برخلاف رہی ہے۔ اسی اخبار میں آپ دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ ڈاکٹر پران ناتھ صاحب جو گوروکل کانگڑی کے مایہ ناز گریجویٹ ہیں۔ اور جو ڈاکٹر صاحب کا نام گوروکل کی کامیابی کے لئے ایک اعلیٰ سند کے طور پر آریہ سماج کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب موصوف ہندو یونیورسٹی بنارس کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا بمبئی میں ایک مضمون ویدوں کے متعلق شائع کیا ہے۔ جس میں آپ نے رگوید کو مصر کے دریائے نیل کے کنارے پر تالیف شدہ قرار دیا ہے اور اس کے لئے وہ یہ دلیل بھی لاتے ہیں کہ اس میں مصر کے دیہات کے نام آتے ہیں۔ اور قریباً ایسی ہی رائے کا اظہار گوروکل کے دوسرے گریجویٹ پنڈت جے چندر صاحب بھی کر چکے ہیں۔ آریہ سماج نے ان کی اس اظہار رائے کو بہت ہی برا منایا ہے۔ اور برا منانا واجبی بھی تھا۔ کیونکہ اس سے آریہ سماج کے دعویٰ اور ویدوں کی قدامت پر جو اثر پڑتا ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ مگر آریہ سماج کے پاس اس بات کا کیا علاج ہے کہ آخر تو اور بانی سماج سوامی دیانند کی بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۴ کا ترجمہ شری سوامی دیانند یہ کرتے ہیں۔

"اے ودوان تو نیک اوصاف سے موصوف ہے
تو جہاں ہے تو گیان کرم کانڈ اپاسک ہے۔ دکھ
دور کرنیوالا اور لائق ہی سے وہ دھیان کیا ہوا گیان
تیرے نیتر ہیں۔ دکھ ہرکی سے باہر کرنیوالا کرم
اور اپاسنا تمہارے دونوں پہلو ہیں۔ رگ وید
تمہاری آتما ہے۔ اتھروید کے منتر تمہارے
انگ ہیں۔ یجروید کے منتر تمہارے نام ہیں۔
سام وید تمہارا رحم ہے۔ گرہن کرنے اور کینے
یوگ دیو دھارن کے یوگ وام دیو رشی
کے جانے و پڑھائے تیسرے سام وید اسکا
شر ہے"

اس جگہ سوامی دیانند نے اپنے وید بھاشیہ میں وام دیو رشی کا نام لاکر ویدوں کی قدامت کے دعویٰ کو باطل کر دیا ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ ویدوں کا نزول وام دیو رشی کے بعد ہوا۔ لہذا قدامت کہاں رہی۔ اور یا پھر یہ بات تسلیم کرنی پڑیگی کہ ایسا تو نہیں وید تو ازلی ہی ہیں ہاں وام دیو رشی کا نام بعد کی ملاوٹ ہے۔ اگر ایسا بھی مان لیا جائے تو بھی وید اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہے۔ ملاوٹ ثابت ہو گئی۔ دونوں طرح ہی ویدوں کی عظمت پر حرف آتا ہے۔ اگر ویدوں کا وجود وام دیو رشی کے بعد مانا جائے تو ویدوں کی قدامت نہ رہی۔ اور اگر وام دیو رشی کے لفظ کو ویدوں میں بعد کی ملاوٹ مانا جائے تو بھی ویدوں میں ملاوٹ ثابت ہو گی۔ اب آریہ سماج ان دونوں صورتوں میں سے کون سی صورت تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس کے جواب کا میں منتظر ہوں۔

ویسے بھی محققانہ نظر سے دیکھا جائے تو ہندوؤں کے اکابرین کی رائے ویدوں کے متعلق کوئی چنداں حوصلہ افزا ثابت نہیں ہوئی۔ گوسائیں تلسی داس مصنف رامائن اپنی عظمت کے لحاظ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ہندوؤں کے ہاں صبح و شام اکثر ان کی مؤلفہ رامائن بڑے ذوق شوق سے پڑھی جاتی ہے۔ وہ اپنی اس مشہور تصنیف کے بال کانڈ میں فرماتے ہیں:۔

چرت سندھ گرجا من وید نہ پاویں پار
برنوں تلسی داس کم ات مت مند گوار

یعنی اور تو اور شوجی اور پاربتی تک کی بھی وید تعریف نہیں کر سکتے انہیں الہامی کہنا تو رہا الگ۔ شری کرشن جی مہاراج جس پوزیشن کے مالک ہیں وہ اسی سے ظاہر ہے کہ ہندوؤں کا بیشتر حصہ انہیں اوتار مانتا ہے۔ وہ اپنی مشہور و معروف تصنیف گیتا میں ارجن کو مخاطب کر کے یہ اپدیش دیتے ہیں۔ کہ "اے ارجن تینوں ویدوں کو تیاگ کر کے میری طرف آ۔ کیونکہ تینوں ویدوں کی تعلیم جو تمو ستو اور رجو گنوں سے پیدا ہوتی ہے۔ میں اس سے بلند ہوں۔ شری گورو نانک صاحب کی پوزیشن بھی آج کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ ایم۔ اے ایک راسخ العقیدہ آریہ ہیں۔ انہوں نے نومبر ۱۹۱۴ء کے لائل گزٹ میں شری گورو نانک صاحب کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا جس میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ "شنکر آچاریہ کے بعد جس قدر ہادیان مذہب اس ملک میں گذرے ہیں ان میں سب سے بلند پایہ گورو نانک صاحب کا ہے"۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس بلند پایہ بزرگ کی گواہی ویدوں کے متعلق کیا ہے۔ سو اس کے لئے شری گورو نانک دیو جی مہاراج فرماتے ہیں:۔

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہر نام چت نہ آوے نا نج گھر ہووے واس

مطلب:۔ بڑے بڑے رشی اور منی بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے۔ مگر معرفت الٰہی سے بیگانہ ہی رہے۔

برہسپتی سنسکرت کے ایک نہایت ہی زبردست عالم گذرے ہیں۔ ویدوں کے متعلق انہوں نے جو اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ میں پسند نہیں کرتا کہ انکی اظہار رائے کو بجنسہٖ یہاں درج کروں کیونکہ ان کی نکتہ چینی ویدوں پر نہایت ہی کڑی ہے۔ ہاں اگر دوستوں کو زیادہ ہی اس رائے کے دیکھنے کا شوق ہو۔ تو وہ ستیارتھ پرکاش سمولاس بارہ ۱۲ میں ملاحظہ کریں۔ صرف ان گذشتہ بزرگوں پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ کئی ایک موجودہ آریہ بھی ویدوں کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے۔ چنانچہ ۲ اکتوبر ۱۹۱۲ء کے ست دھرم پرچارک میں سوامی شردھانند آنجہانی سابق لالہ منشی رام نے اس کے متعلق ایک زبردست مضمون لکھا تھا۔ اور ایسے ہی ۹ مارچ ۱۹۰۹ء کے ست دھرم پرچارک میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ "آریہ سماج میں بڑے بڑے تعلیم پر فخر کرنیوالے ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو حقیقت میں نہ ایشور کو مانتے ہیں اور نہ ویدوں کو" ایسے ہی آریہ اخبار رہبر نے ۱۷ فروری ۱۹۰۹ء میں لکھا تھا کہ "آریہ گوروکل بندرابن میں سوامی ہر پرشاد جی ویدک مت ادھیاپک کا کام کرتے ہیں۔ بلکہ پچھلے سالانہ جلسہ میں انہیں وویا پرشیدک کی صدارت کا اعزاز بھی بخشا گیا تھا۔ حالانکہ وہ ویدوں کو ایشور کا گیان نہیں مانتے۔ اور سوامی دیانند کے بہت سے منتروں کا کھنڈن کرتے ہیں"۔

جب صورت حالات یہ ہے۔ تو آریہ سماج کو ڈاکٹر پران ناتھ سنسکرت پروفیسر ہندو یونیورسٹی۔ اور پنڈت جے چندر گریجوایٹ گوروکل پر کیوں افسوس ہونا چاہئے۔ اگر آریہ سماج ان لوگوں کو غلطی پر سمجھتا ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ دلائل سے ان کو قائل کرے۔ ویدوں کی حقیقت کو خود آریہ سماج بھی بہتر سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود سخت سے سخت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مطالبہ اور باوجود سخت ضرورت کے آریہ سماج ویدوں کے تراجم کرنے سے ہچکچاتی ہے۔ کیونکہ آریہ سماج بہتر سمجھتی ہے کہ ویدوں کی تعلیم ایسی نہیں جو عوام کے دل اور دماغ سے اپیل کر سکے۔ اور اس تعلیم کی روشنی میں آنے پر اس پر ایسی سخت نکتہ چینی ہوگی کہ آریہ سماج اس کی متحمل نہیں ہو سکے گی اس لئے آریہ سماج اس اہم سوال کو چالیس پچاس سال سے آنوں بہانوں میں ٹال رہی ہے۔ ورنہ آریہ سماج کے پاس نہ تو روپیہ کی کمی ہے اور نہ آدمیوں کی ہی۔ اور ویدوں کے تراجم کے متعلق یہ پہلو تہی اور خاموشی اپنے اندر ایک حقیقت رکھتی ہے کیوں؟ سے

خاموشی معنئے دارد کہ در گفتن نمے آید

شذرات

کیا وید ازلی ہیں؟

بارہا ثابت کیا جا چکا ہے کہ وید ازلی نہیں۔ بلکہ یہ چند ہزار سالوں کی تصانیف ہیں۔ مگر آریہ سماج ہمیشہ بغیر کسی معقول ثبوت کے اس کا انکار کرتا رہا ہے۔ مگر اب آریہ سماج کے لیڈر اور گورو کل کانگڑی کے مایہ ناز گریجوایٹ بھی بعد از تحقیقات اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وید چند ہزار برسوں کی تصنیف ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر پران ناتھ صاحب جو گورو کل کانگڑی کے مایہ ناز گریجوایٹ ہیں۔ اور گورو کل کی کامیابی کے لئے جن کا نام ایک اعلیٰ سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اور جو آجکل ہندو یونیورسٹی بنارس میں سنسکرت کے پروفیسر ہیں۔ ۲۹ مارچ کا پرکاش لکھتا ہے کہ "انہوں نے چند ایک مضامین السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا بمبئے میں شائع کروائے ہیں۔ جن میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ رگوید مصر کے دریائے نیل کے کنارے پر تصنیف کیا گیا۔ اور اس میں مصر کے دیہات کے نام آئے ہیں" اس سے صاف ظاہر ہے کہ وید چند ہزار سالوں کی تصانیف ہیں اور آریہ سماج کا یہ دعوی کہ وید آدسرشٹی سے ہیں سوائے جذباتی اور وجدانی کیفیت کے کوئی معقول دلیل اپنے ساتھ نہیں رکھتا۔

یک نہ شد دو شد

یہی ۲۹ مارچ کا پرکاش لکھتا ہے کہ "پچھلے دن گورو کل کے ایک اور گریجوایٹ پنڈت جے چندر نے بھارت کے اتہاس پر لاہور میں چند واکھیان (لیکچر) دیئے۔ اور انہوں نے رشی دیانند کی کئی کتابوں کا کھنڈن کر دیا۔" حقیقت یہ ہے کہ آریہ سماج کے کئی ایک اصول معقولیت کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے۔ اور اگر کوئی معقول پسند انسان ان سے اختلاف رکھتا ہو۔ تو آریہ سماج کو اسے ٹھنڈے دل سے برداشت کر لینا چاہیئے۔ اور یا پھر دلائل سے انہیں قائل کریں۔ محض یہ کہہ دینا کہ سوامی دیانند کی یہ رائے ہے۔ اور اس سے ادھر ادھر ہونا ناقابل برداشت ہے اسے معقولیت کون کہے؟

احراری اور کشتی کا شوق

۳۰ اپریل کا پرتاپ لکھتا ہے "کہ احراری لیڈروں میں کشتی لڑنے کی اہمیت کچھ نئی نہیں۔ ان کے ہاں تو یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر کسی کی بات کا جواب نہ بن آیا۔ تو کہہ دیا کہ آؤ میرے ساتھ کشتی کر و" پرتاپ کی یہ رائے کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ کیونکہ معقولیت کے ساتھ احراریوں کو خدا واسطے کا بیر ہے۔ اور وہ کشتی لڑنے کو ہی دلیل اور عقلمندی سمجھتے ہیں۔ مگر دنیا اس قدر آگے نکل چکی ہے کہ اب دلائل کی جگہ اس کشتی بازی کو جو زمانہ جاہلیت کی یادگار ہے کوئی وزن نہیں دیتی۔ لیکن احراری بھی سچے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں دلائل کا فقدان ہے۔ اور جو شخص دلائل سے عاری ہو وہ سوائے منہ چڑانے اور کشتی لڑنے کے کر ہی کیا سکتا ہے؟

اچھوت اور سکھ

۲۹ مارچ کا تیج پنجاب آریہ گزٹ کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ "ان دنوں اچھوتوں کا چرچا ہر مذہب۔ ہر طبقہ اور ہر جگہ پر ہو رہا ہے۔ ہر ایک مذہب والے اس تر نوالہ کو ہڑپ کر جانا چاہتے ہیں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے علاوہ اب سکھ بھی ان کو ہندو جاتی سے الگ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے کئی لاکھ روپیہ الگ کر دیا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں سکھوں کو یہ سودا مہنگا پڑے گا۔ سکھوں کو زیادہ دان ہندوؤں کی طرف سے ہی مل رہا ہے۔"

آریہ گزٹ کا یہ اعتراض ایک اصول پر مبنی ہے۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب اچھوتوں کو حقیقی معنوں میں مساوات نہیں دے سکتا۔ اگر ایک یا دوسرے سبز باغ کے ماتحت اچھوتوں نے علاوہ اسلام کے کسی اور مذہب سے وابستگی کا اظہار کیا تو یقیناً انہیں بہت جلد معلوم ہو جائیگا کہ انہوں نے ملمع کو سونا سمجھا۔ آخر انہیں اسلام کے سایہ رحمت تلے ہی پناہ لینی پڑے گی۔ بہتر یہی ہے کہ وہ پہلے ہی اسلام کی بابرکت پناہ میں آجائیں۔ کیونکہ اسلام ہی ان کی تمدنی اور روحانی مشکلات کا چارہ کار ہو سکتا ہے وجہ یہ کہ اسلام میں کوئی اچھوت نہیں ہے۔

پنڈت مالویہ جی اور اچھوت

۲۹ مارچ کا آریہ گزٹ لکھتا ہے کہ "آل انڈیا ہندو مہا سبھا کے ایک اجلاس میں مسٹر جیکر نے کہا کہ ایک شخص کے اونچی ذات میں پیدا ہونے سے اسے اونچا قرار دینا اور دوسرے کو نیچ سمجھ لینا۔ یہ خیال ہندو جاتی کو رساتل (ذلت) میں لے جانے کا موجب ہے۔ اور یہ نہایت ہی برا داغ ہے اور ہمیں کوشش کرکے اس اونچ نیچ کو آج ہی مٹا دینا چاہئے۔ اس لئے میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ ہندو مہا سبھا ہندوؤں سے اس بات کی سفارش کرے کہ وہ اس جنم سے اونچ نیچ کے وچار یعنی ذات پات کے سلسلہ کو ترک کریں۔ ان کے اس کتھن پر بڑی بحث ہوئی۔ آخر سب نے کہا کہ پنڈت مالویہ جی اس پر اپنے خیالات کا اظہار کریں یا اپنا فیصلہ بحیثیت پریذیڈنٹ ہونے کے دیں۔ اسوقت پنڈت مالویہ جی نے اپنا فیصلہ دیا اور کہا کہ ذات پات سے تعلق رکھنے والے ریزولیوشن ہندو مہا سبھا میں زیر غور نہیں آسکتے۔" پنڈت مالویہ کا فیصلہ صاف ہے۔ وہ ہندو مہا سبھا میں اچھوتوں کے سوال کو نہیں لانا چاہتے۔ مطلب یہ کہ ہندو مہا سبھا جو جملہ ہندوؤں کی قائمقام ہے وہ اچھوتوں کو ہرگز مساوات دینا نہیں چاہتی۔ اب اچھوت خود ہی اپنا فیصلہ کر لیں کہ اس ذہنیت کی موجودگی میں انہیں ہندوؤں سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اور ایسی حالت میں انہیں کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے جس سے ان کی مشکلات حل ہو سکیں۔ اور ان کی مشکلات کا حل صرف اسلام میں ہی ہے جہاں نہ کوئی ذات ہے اور نہ کوئی اچھوت ہے سب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمان بھائی بھائی ہیں جن کا اصول یہ ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔ یعنی تم میں سے وہی بزرگ ہے جو زیادہ نیکوکار ہے۔

یورپ اور امریکہ کی مثال

اس وقت ہندوستان جن اقتصادی مشکلات سے گذر رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ فاقے پر فاقے آرہے ہیں۔ مگر پھر بھی ہندوستانیوں کو ہوش نہیں آتی۔ اور وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے رہنے کو ہی زیادہ پسند کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے ذرا آپ یورپ اور امریکہ کے ممالک کے طرز عمل کو دیکھئے امریکہ کی مالی حالت جتنی مضبوط ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اس کے مقابل ہندوستان کی مالی حالت کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ کہاں زمین اور کہاں آسمان۔ باوجود اس کے وہاں بادشاہوں اور امراء وزراء کے لڑکوں تک معمولی معمولی کاموں کے کرنے میں عیب نہیں سمجھتے۔ ہر ایک کوئی نہ کوئی ہنر سیکھتا ہے۔ امریکہ کے پریذیڈنٹ کا لڑکا اخباریں بیچ کر اپنی تعلیم کے اخراجات کو پورا کرتا ہے۔ کیا اس کو پیسوں کی کمی ہے؟ نہیں! اس کا باپ اس کے تعلیمی اخراجات کو بخوبی پورا کر سکتا ہے۔ ہندوستانیوں کو اس سے کچھ سبق حاصل کرنا چاہئے۔ یہاں تو ہاتھ پاؤں توڑ کر پڑا رہنا اور فضولیات کا خوگر ہونا امارت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ اور بطور صنعت کے کسی پیشے کو اختیار کرنا بسا اوقات غیر معمولی عیب سمجھا جاتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی حد تک ہنوجی کی تعلیم کا بھی دخل ہے۔ جس نے قریباً سب پیشہ وروں کو شودر سمجھا ہے۔ گو اسلام میں ہنوجی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ مگر اس مصیبت کا کیا علاج کہ مسلمانوں پر بھی کسی حد تک اس کرہ ہوائی کا اثر ہوا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے اسلامی نور کو جواب دے کر ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اس بیہمی اور کراہیہ کی شرافت کو پسند کیا۔ یہ حالت دیکھ کر بیساختہ یہ کلمہ زبان سے نکل جاتا ہے ؎

آپ توں ڈبوں بامہاں نال ججمان بھی گاوے ؎

ملیریا کی تباہ کاریاں

چند روز ہوئے مسٹر راجن نے اسمبلی میں کہا تھا کہ ہندوستان میں ہر سال تقریباً دس کروڑ آدمی ملیریا میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جن میں سے قریباً بیس لاکھ راہئ ملک عدم ہو جاتے ہیں۔ اور ساڑھے سات کروڑ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ مدت تک اپنا کام کاج کرنے کے ناقابل ہو جاتے ہیں۔ ان مریضوں کے علاج معالجہ پر جو روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اور اثرات مابعد کی وجہ سے جو مالی نقصان ہوتا ہے اس کا مجموعی تخمینہ بھی کروڑ سالانہ سے کچھ کم نہیں۔

یہ اعداد شمار یقیناً بہوت کرنے والے ہیں۔ اور اس طرف جلد سے جلد توجہ ہونی چاہئے۔ اگر واجبی احتیاط اور روک تھام سے کام لیا جائے تو یہ موذی بیماری بہت حد تک رک سکتی ہے۔ نور اینڈ سنز کی ساختہ اکسیر البدن نامی مشہور ملیریا کی روک تھام اور اس سے پیدا شدہ کمزوری کو دور کرنے کے لئے مسلمہ چیز ثابت ہو چکی ہے۔ دوستوں کو اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ایک ماہ کی خوراک جس کی قیمت صرف پانچ روپے ہے اس ظالم مرض سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے۔

ملنے کا پتہ

مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان

مالویہ جی کی نئی منطق

۲۲ مارچ کا پرکاش لکھتا ہے کہ "ایسی حالت میں مالویہ جی کے دل میں یہ شبھ (نیک) سنکلپ (ارادہ) پیدا ہوا کہ ہندوؤں کو غیروں کے دام تزویر میں پھنسنے سے بچائیں۔ ناسک میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلمان اور عیسائی اچھوتوں کے جھگڑے میں کیوں دخل دیتے ہیں۔ ان کا اس سے کیا واسطہ۔ یہ ہمارا خانگی جھگڑا ہے۔ ہم اسے خود نپٹا لیں گے۔ وہ دخل در معقولات کیوں بنے پھرتے ہیں" ۱۹۲۳ء میں جبکہ ہندوؤں اور آریوں کی مہربانی سے ملکانہ میں ارتداد کی وبا پھوٹی تو اس وقت اس وکھیان داتا کی یہ انوکھی منطق کہاں چلی گئی تھی۔ اس وقت انہوں نے ہندوؤں اور آریوں کو کیوں نہ یہ کہا کہ ہندو اور آریہ اس میں کیوں دخل دیتے ہیں۔ ان کا اس سے کیا واسطہ۔ یہ مسلمانوں کا خانگی جھگڑا ہے۔ اسے وہ خود نپٹائیں گے۔ ہندو دخل در معقولات کیوں بنے پھرتے ہیں۔ اس وقت تو مالویہ وغیرہ ملکانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہندوؤں کی غیر معمولی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ اور اب یہ وکھیان داتا بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس وقت دوسرے کے گھر کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ بسنتر دیوتا تھی۔ اور اب اپنے گھر کو لگی ہے اس لئے وہ آگ ہے۔

زبردست مارے اور رونے نہ دے

ایک طرف تو پنڈت مالویہ نے ہندو مہا سبھا کے اجلاس میں صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ اچھوتوں کی مساوات کا سوال ہندو مہا سبھا میں پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ اور دوسری طرف جب یہ اچھوت بیچارے اس ذلت کی حالت سے نکلنے کے لئے اسلام کے سایۂ عاطفت میں آنا چاہتے ہیں۔ تو مالویہ جی یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اچھوتوں کو مسلمان بنانے کا حق ہی نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ جناب مالویہ جی اسے ناپسند فرماتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں زبردست مارے اور رونے نہ دے۔ خود اچھوتوں کی مشکلات حل نہیں کر سکتے۔ اور جب وہ اس کے حل کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں تو ہندو لیڈر اسے برداشت نہیں کر سکتے۔

ہندوستان کی مشکلات کا حل

راجہ مہندر پرتاپ صاحب کا ایک مضمون ۱۲ اپریل کے ملاپ میں شائع ہوا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ "ہندوستان کی مشکل کا حل متحدہ قومیت میں ہے۔ ہندوؤں۔ مسلمانوں اور سکھوں کو ایک بننا ہوگا۔ پنجاب کو سب سے پہلے اس اصول کی پیروی کرنی چاہئے۔ کیونکہ گورو نانک دیو جی اس سرزمین میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے حج بھی کیا۔ اور نماز بھی پڑھی" راجہ صاحب موصوف کی یہ رائے کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ کیا ہمارے ہندو دوست ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں گے۔ کیا متحدہ قومیت کے پیدا کرنے کے یہی معنی ہیں کہ جب مسلمان مسجد میں نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے سروں پر ڈھول پیٹے جائیں۔ اور جب نعرے نکلیں تو مظلوم مسلمانوں کا استقبال اینٹوں پتھروں اور لاٹھیوں سے کیا جائے۔ ہندو حج کریں یا نہ۔ نماز پڑھیں یا نہ۔ مگر انہیں کم از کم دوسرے کے جذبات کا احترام کرنا ضرور سیکھنا چاہئے۔ ورنہ بغیر اس کے ہندوستان کے کبھی بھی بھلے دن نہیں آسکتے۔ نو کروڑ کی اقلیت کچھ تھوڑی نہیں ہے۔ اسے نظر انداز کر کے ہندو کبھی بھی حقیقی سوراج حاصل نہیں کر سکتے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے تو شاگرد مگر گستاخ

۱۲ اپریل کے پرتاپ میں پنڈت جواہر لال کا ایک مضمون آریہ سماج کے متعلق شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ "یہ ایک عجیب بات ہے کہ آریہ سماج جو ہندو دھرم کے تمام طبقوں سے اسلام کے بہت قریب ہے مگر اسلام کا مخالف اور حریف بن گیا ہے۔ آنجہانی بابو بپن چندر پال کی رائے بھی یہی تھی کہ آریہ سماج اسلام کا شاگرد ہے کیونکہ آریہ سماج نے اسلام سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اور اس کا اصلاحی پروگرام اسلام کی ریس ہے۔ مگر بدقسمتی سے یہ شاگرد رشید ہونے کی بجائے شاگرد گستاخ ثابت ہوا۔ اور اس کے لئے آریہ سماج کوئی فخر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ فخر رشد میں ہے نہ کہ گستاخ ہونے میں۔"

سوامی دیانند نے ودھواؤں کی اجازت نہیں دی

پروفیسر رام دیو صدر آریہ پرتی ندھی سبھا کا اعتراف

اس ہفتہ میں آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لاہور نے اپنی اردھ شتابدی وسیع پیمانہ پر منائی۔ اس موقعہ پر ایک آریہ سمیلن بھی ہوا۔ اس سمیلن میں لالہ چرنجیت لعل کی ایک تجویز پیش ہوئی کہ ۴۰ سال سے اوپر کے رنڈوں۔ اور ۳۰ سال سے اوپر کی ودھواؤں کی شادی کی ممانعت کی جائے۔ ایک ترمیم یہ پیش ہوئی کہ عمر کی میعاد بالترتیب ۴۰ اور ۲۵ سال کی جائے۔ ایک صاحب مسٹر تاراچند نے اعتراض کیا۔ کہ ہم آریہ سماجی سوامی دیانند کے بتلائے ہوئے سدھانتوں کے باہر نہیں جا سکتے۔ سوامی جی نے کسی رنڈوے یا ودھوا کو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے پردھان پروفیسر رام دیو جی نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے کہ انہیں سوامی دیانند کے بتلائے ہوئے سدھانتوں میں تبدیلی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں اس امر سے پورے طور پر متفق ہوں کہ سوامی دیانند کی تعلیم کے مطابق ودھواؤں اور رنڈوں کو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن میں یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم آپت کال میں گذر رہے ہیں۔ اور حالات کے مطابق انہیں ان سدھانتوں سے باہر جانے کی اجازت ہے۔ اس سے اصل ریزولیوشن معہ اس ترمیم کے پاس ہوگیا۔

تحریک اتحاد اسلامی

مسلمانو! صراط مستقیم کی طرف آؤ!!

اسلام تفریق کا دشمن ہے۔ اسلام نے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کو دعوت دی ہے۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر تمام دنیا متحد ہو سکتی ہے۔ دنیا سے فتنہ و فساد جو شیطان نے برپا کر رکھا ہے دور ہو سکتا ہے۔ اور دنیا میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔

اسلام نے قرن اول میں شیطانوں کو شکست دے کر دنیا میں امن و امان کا علم بلند کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کا قدم جس طرف اٹھتا تھا اس طرف سے شیطان بھاگ جاتا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کا ہر قدم صراط مستقیم پر تھا۔ اب مسلمانوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا۔ فرقہ بندیوں میں مشغول ہو گئے۔ مسلمانوں کی تکفیر کی صدائیں بلند ہونے لگیں اتحاد و اتفاق رخصت ہو گیا۔ جس سے شیطان کا حوصلہ بڑھا اور اس نے پھر دنیا کا امن و امان برباد کر دیا ہے۔

مسلمانو! یاد رکھو قدرت ربانی مہلت دے رہی ہے۔ تاکہ تم میں احساس پیدا ہو۔ اور تم اپنے فرض کو سمجھو۔ ورنہ قدرت ربانی تمہاری جگہ کسی دوسری بہتر قوم کو لا سکتی ہے جو اسلام کی شیدائی بن کر اسلام کا پیغام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دنیا کو سنائے۔ اور خدا کی حکومت دنیا میں قائم کرے۔

آؤ! ابھی وقت ہے۔ تفرقہ کو ایک لعنت خیال کر کے اسے چھوڑ دو۔ جو اس لعنت کو دعوت دے وہ گمراہ ہے۔ تم صراط مستقیم کی طرف آ جاؤ۔ مسلمانو تم کو تفرقہ سے کیا کام۔ آؤ صراط مستقیم کی طرف آ جاؤ۔

از (سید) کشفی شاہ نظامی

تحریک سیرت

حقیقی عید کا وقت یوم النبیؐ قریب آگیا

تمام سیرت کمیٹیوں۔ داعیان اسلام اور ان حضرات سے جن کے دل میں ملت اسلامیہ کا درد ہے اپیل کی جاتی ہے کہ یوم النبیؐ کو گذشتہ سالوں کی طرح کامیاب بنانے کے لئے ابھی سے کوشش شروع کر دیں۔ اور اسلام کا ہر ایک فرزند خدا کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

اور تمام اسلامی جرائد سے امید ہے کہ وہ اپنے اخبار کے صفحے عید میلاد کے لئے وقف کر دیں گے۔ اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت مضامین شائع کر کے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کریں گے۔ تاکہ مسلمانوں کی زندگی کی روحانی۔ دینی اور دنیاوی راہیں کشادہ ہو جائیں۔ اور وہ مرکز لا الٰہ الا اللہ محمد رسول کی طرف آ جائیں۔ اخبارات و رسائل رسول نمبر شائع کریں۔ (سید) کشفی شاہ نظامی

اقوال زرّیں

(۱) نقدی۔ الٰہ دین کے چراغ کا کام دیتی ہے۔

(۲) زبان کی پارسائی خاموشی میں ہے۔

(۳) ہر وہ دشمن جس پر احسان کیا جائے دوست ہو سکتا ہے۔ لیکن نفس امارہ کی جس قدر مدارت کی جائے دشمن ہو جاتا ہے۔

(۴) دل ارادے کیلئے۔ دماغ تدبیر کے لئے۔ اور ہاتھ عمل کے لئے دیئے گئے ہیں۔

(۵) استقلال دولت کی کنجی ہے اور کفایت شعاری اسکا قفل ہے۔

(۶) خدا اور اپنی قوت بازو کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ کرو۔

(۷) جوں جوں ہماری زندگی کا آفتاب ڈھلتا جاتا ہے۔ توں توں ہماری خواہشات سایہ کی طرح بڑھتی جاتی ہیں۔

(۸) اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو وقت کو بے فائدہ ضائع نہ کرو کیونکہ زندگی وقت سے ہی بنتی ہے۔

(۹) دیو کی سی طاقت رکھنا اچھا ہے۔ مگر اسے دیو کی طرح استعمال کرنا ظلم ہے۔

(۱۰) سائل کو تھوڑا دینے سے شرم مت کرو۔ کیونکہ اس کو مایوس کرنا اس سے بھی برا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہی ہمارا کرشن

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی قلم سے

یہ مضمون ہندوؤں میں تبلیغی نقطہ خیال سے جو اہمیت رکھتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اگر کم از کم پانچ ہزار کی درخواستیں آجائیں تو میں اس کا ہندی ترجمہ شائع کرنے کیلئے آمادہ ہو سکتا ہوں۔ قیمت قریباً اصل لاگت ہی وصول کی جائیگی۔

ایڈیٹر

پیارے ہندو بھائیو! ہم ایک وطن میں رہتے ہیں۔ عام طور پر ایک ہی بولی بولتے ہیں۔ پرماتما کا روشنی دینے والا سورج ہم سب کو ایک سی روشنی دیتا ہے۔ اس کا خوبصورت چاند ہم سب کو بغیر فرق کے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ رات کا اندھیرا جب ساری دنیا پر چھا جاتا ہے۔ جب ہمارے اپنے حواس بھی ہم کو چھوڑ جاتے ہیں۔ اور دن کا تھکا ہوا جسم بے جان ہو کر چارپائی پر گر جاتا ہے۔ اس وقت خدا کے فرشتے اپنے پریم کے پروں کو پھیلا کر ہم سب پر اپنا سایہ کر دیتے ہیں۔ اور ہندو و مسلمان میں فرق نہیں کرتے ہمالہ کی چوٹیوں پر پڑی ہوئی برف جب سورج کی گرمی سے پگھلتی ہے۔ اور دریاؤں کے پانیوں کو ان کے کناروں تک بلند کر دیتی ہے۔ جب خوبصورت گنگا اور دل لبھانے والی جمنا اپنے اچھلنے والے پانیوں کو پیاس سے خشک شدہ کھیتوں میں لاکر ڈالتی ہیں۔ وہ کبھی بھی نہیں دیکھتیں کہ کون مسلمان ہے اور کون ہندو۔ وہ آگ جو گند کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اور انسانی دوزخ کو بجھانے کے کام آتی ہے۔ ہندو کی بھاجی اور مسلمان کے سالن کے پکانے میں اس نے کبھی بھی فرق نہیں کیا پھر جب پرماتما کی نعمتوں نے ہم سب میں کوئی فرق نہیں رکھا ہماری اس سے محبت کیوں فرق والی ہو۔ سوتیلے باپ اور سگے باپ کی محبت میں فرق ہو سکتا ہے۔ پر اپنے باپ کی محبت میں بچے کبھی فرق نہیں رکھتے۔ وہ آپس میں لڑ سکتے ہیں۔ لیکن اپنے باپ اور اپنی ماں سے محبت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پر ہمیں کیا ہو گیا۔ ہم آپس کی لڑائیوں میں اپنے پرماتما کو بھی بھول گئے ہیں۔ ہم یہ بھی تو خیال نہیں کرتے کہ اس نے ہمارے گناہوں کو دیکھ کر بھی ہم میں فرق نہیں کیا۔ تو ہم اس کے احسان دیکھتے ہوئے اس سے فرق کیوں کریں؟ بے وقوف بچے جب آپس میں لڑ رہے ہوتے ہیں۔ ماں کی ایک آواز سن کر ایک دوسرے کا گلا چھوڑ کر ماں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ وحشی کبوتر تک جس کی فطرت میں آزادی ہے۔ اپنے دانہ ڈالنے والے کی آواز کو سن کر اپنی آزادی کو بھول جاتا ہے۔ اور ڈربے کی تنگی اور تاریک جگہ پر اپنی بے قید پرواز کو قربان کر دیتا ہے۔ کیونکہ دانہ ڈالنے والے کی آواز کا انکار اس سے نہیں ہو سکتا۔ پھر اے پیارے ہندو بھائیو کیوں تم اس آواز کی طرف دھیان نہیں کرتے جو تمہارے پرمیشور نے ساری دنیا کو اپنے گرد جمع کرنے کے لئے بلند کی ہے۔ کیا صرف اس لئے کہ وہ ایک مسلمان کے منہ سے نکلی ہے؟ مگر کیا تم بھول گئے ہو کہ پرماتما کی کوئی چیز مقید نہیں ہوتی۔ ہندو اور مسلمان اور عیسائی یہ سب نام بندوں کے ہیں۔ جب پرماتما کسی کو چن لیتا ہے۔ تو پھر وہ قوموں کے بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ کسی خاص قوم کا نہیں رہتا۔ ہر قوم اس کی ہو جاتی ہے۔ اور وہ سب کا ہو جاتا ہے۔

اے ہندو بھائیو! اسی طرح اس زمانہ کا اوتار کسی خاص قوم کا نہیں۔ وہ مہدی بھی ہے کیونکہ مسلمانوں کی نجات کا پیغام لایا۔ وہ عیسیٰ بھی ہے کیونکہ عیسائیوں کی ہدایت کا سامان لایا ہے۔ وہ نہہ کلنک اوتار بھی ہے کیونکہ وہ تمہارے لئے ہاں ہندو بھائیو تمہارے خدا تعالیٰ کی محبت کی چادر کا تحفہ لایا ہے۔

تم پرانے بزرگوں کی اولاد ہو تم کو بجا فخر ہے کہ ہمارے باپ دادے سب سے پرانی تہذیب کے حامل تھے۔ تم ایک ایسے فلسفہ کو پیش کرتے ہو کہ تمہاری تاریخ اس سے پہلے کسی فلسفہ کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ مگر کیا تم ان پرانے جسموں کو اس پرانی روح سے خالی رکھو گے جو پرماتما کی طرف سے آتی ہے۔ جو سب سے قدیم اور سب سے پرانا ہے؟ پرانی چیزیں قابل قدر ہوتی ہیں۔ مگر تبھی تک جب تک کہ ان میں جان ہوتی ہے۔ تمہارے ماں باپ جس قدر بوڑھے ہوتے جاتے ہیں۔ تم ان کی زیادہ عزت کرتے ہو۔ لیکن جب وہ مر جاتے ہیں تم ان کو چتا پر لٹا کر جلا دیتے ہو۔ پس پرانی چیز قابل عزت ہے لیکن جب تک اس میں جان ہو۔ پھر تم اپنی پرانی اور قابل عزت چیزوں میں جان ڈالنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جس کو وہ ایک دفعہ عزت دیتا ہے ان کے ساتھ ہمیشہ تعلق نبھاتا ہے۔ اور اگر وہ اس کی طرف رجوع کر کے نیکی کی روح حاصل کریں تو انہیں دوسروں سے زیادہ عزت بخشتا ہے۔ پس اگر تم کو قدیم تہذیب اور قدیم فلسفہ کا وارثہ ملا ہے تو اسے خدا تعالیٰ کی روح سے زندہ کرو تا کہ وہ اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق شکل اختیار کر کے دنیا کے لئے فائدہ بخش بنے۔

پیارے بھائیو! زندہ اور مُردہ میں یہی فرق ہوتا ہے۔ زندہ زمانہ کے مطابق ترقی کرتا ہے۔ اور مُردہ ایک حال پر رہتا ہے۔ اور آخر سڑنے لگ جاتا ہے۔ کیا تم نے کبھی غور کیا کہ تمہاری بے توجہی سے تمہاری تہذیب اور تمہارے مذہب پر بھی زمانہ نے اپنا اثر ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ پرماتما کے مقابلہ پر تم میں کتنے دیوتا نکل آئے ہیں؟ ذرا اپنی کتابوں کو اٹھا کر تو دیکھو۔ کیا کرشن اور رام چندر نے بھی کسی مورتی کے آگے ماتھا جھکایا تھا؟ کیا وہ بھی کسی بُت کے ماتھے پر سیندھور لگانے گئے تھے؟ کیا انہوں نے بھی شِو جی اور پاربتی کے آگے ہاتھ جوڑے تھے؟ آخر یہ پرماتما سے دوری اور غیروں کے آگے جھکنے کا خیال آپ لوگوں میں کہاں سے آیا؟

کیوں اس کی محبت جو سب سے پیارا ہے سرد ہو گئی؟ اور آقا کی جگہ چاکروں کو دے دی گئی؟ آخر اس کا سبب کچھ تو ہونا چاہیئے۔ جو کام کرشن جی اور رام چندر جی نے نہ کیا تھا۔ وہ آپ کیوں کرنے لگے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی زندگی بخشنے والی تازہ باتوں سے آپ نے اپنے کان بند کر لئے۔ اور پرانے جسم تو تو چمٹے رہے مگر روح کو نکل جانے دیا۔ گلاب کا پھول جب تک ٹہنی پر رہتا ہے وہ کیسا خوشبودار ہوتا ہے۔ وہ کیسا تر و تازہ ہوتا ہے۔ وہ کیسا نرم اور نازک ہوتا ہے۔ لیکن جب اسے اتار کر لوگ سینہ یا سر پر لگا لیتے ہیں۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں کیسا خشک اور سخت ہو جاتا ہے۔ اس کی خوشبو کس طرح اڑ جاتی ہے۔

آخر اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ وہ اس زندگی بخشنے والے تعلق سے جدا کر دیا جاتا ہے جو اس کی سب تازگی کا موجب تھا۔ اسی طرح اے پیارے بھائیو! فلسفے اور مذہب اچھی چیزیں ہیں۔ مگر ان کی سب خوبصورتی اسی وقت تک رہتی ہے جب تک ان کی جڑ اس زندگی بخشنے والے درخت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے ملی رہتی ہے جیسے پرماتما کہتے ہیں جب اس پھول کو اس سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی سب خوبصورتی خاک میں مل جاتی ہے۔ وہ اصلی پھول اتنا خوبصورت بھی تو نہیں رہتا۔ جتنا کپڑے یا کاغذ کا بنا ہوا پھول ؛

پس اے بھائیو! آپ لوگوں کو روحانی زندگی کے بارہ میں جو کچھ پیش آیا ہے۔ صرف اس تعلق کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ اگر کرشن جی اور رامچندر جی کی طرح ان کے بعد آنے والے لوگ بھی پرماتما سے تعلق رکھتے تو کبھی یہ نوبت نہ پہنچتی۔ کہ خدا تعالیٰ کا اونچا آستانہ چھوڑ کر مقدس رشیوں کی اولاد بتوں اور دیویوں کے آگے جھکتی پھرتی۔ جس ماتھے کو خدا تعالیٰ نے چومنے کے لئے بنایا تھا کتنے افسوس کا مقام ہے۔ وہ اپنے سے بھی ادنیٰ چیزوں کے آگے جھکتا ہے۔ وہ نظریں جو اونچا اٹھنے کے لئے بنی تھیں۔ افسوس کہ پاتال کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ مگر کیوں؟ کیا اس لئے کہ ان کے لئے اور صورت ممکن نہیں۔ نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کیا خدا کرشن اور رام چندر جی کی اولادوں اور سیوکوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ چنانچہ اس نے ہندوؤں کی ترقی اور اصلاح کے لئے نہہ کلنکی اوتار کو بھیج دیا ہے۔ جو عین اس زمانہ میں آیا ہے۔ جس زمانہ کی کرشن جی نے پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ اس نے خدا تعالیٰ کے تازہ نشانوں سے دنیا کو خدا تعالیٰ کے زندہ اوتار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ایسا ثبوت کہ کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اب ہر شخص جو پرماتما سے محبت کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے اپنے ایشور کو مل سکتا ہے۔ اور ان انعاموں کو حاصل کر سکتا ہے جو پرانے رشی منی حاصل کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ہمارا خدا بخیل نہیں ہے کہ ایک کو دے اور دوسرے کو نہ دے۔ اور نہ اس کا خزانہ محدود ہے کہ جو کچھ پہلے کر سکتا تھا اب نہیں کر سکتا ؛

اس نہہ کلنکی اوتار کا نام مرزا غلام احمدؑ ہے۔ جو قادیان ضلع گورداسپور میں ظاہر ہوئے تھے۔ خدا نے ان کے ہاتھ پر ہزاروں نشان دکھائے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے وہ دنیا کو انصاف اور عدل سے بھرنا چاہتا ہے۔ جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے بڑا نور بخشا ہے۔ اور ان کی دعائیں سنتا ہے۔ اور ان کی سفارشوں پر لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور عزتیں بخشتا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ ان کی تعلیم کو پڑھ کر نور حاصل کریں۔ اور اگر کوئی شک ہو۔ تو پرماتما سے دعا کریں۔ کہ اے پرماتما! اگر یہ آدمی جو تیری طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو نہہ کلنک اوتار کہتا ہے۔ اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو اس کے ماننے کی ہم کو توفیق دے۔ اور ہمارے سینہ کو اس پر ایمان لانے کیلئے کھول دے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ پرماتما ضرور آپ کو غیبی نشانوں سے اس کی صداقت پر یقین دلاوے گا۔ اور اگر آپ یہ وعدہ کریں۔ کہ سچائی کے کھلنے پر آپ اس کے دعویٰ کو مان کر اپنے پیدا کرنیوالے اور مالک سے صلح کر لیں گے تو آپ سچے دل سے میری طرف رجوع کریں۔ اور اپنی مشکلات کے لئے دعا کرائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلوں کو دور کرے گا۔ اور مرادوں کو پورا کریگا۔ مگر اسی دستور کے مطابق جو اس کا کرشن جی اور رامچندر جی کے وقت تھا۔ مگر شرط یہ ہوگی۔ پھر آپ دنیا کی محبت کو چھوڑ کر اس کے ساتھ تعلق پختہ پیدا کر لیں۔ اور اس کی آواز کو اپنے باقی دوستوں اور عزیزوں تک پہنچاویں اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو پیدا کرنے کے لیے جو اس نے تدبیریں بتائی ہیں ان پر عمل کر کے پرماتما کے سچے عاشق اور مخلص سیوک بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

خاکسار

میرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور

بھگت کبیر

از جناب خواجہ حسن نظامی صاحب

میں آج ہندوستان کے سچے پریمی بھگت کبیر کا قصہ سنانے آیا ہوں۔ جن کو ہندوستان کے ایک کروڑ آدمی اپنا پیشوا مانتے ہیں اور کبیر پنتھی کہلاتے ہیں۔

میں بچپن سے درگاہوں کی قوالی میں بھگت کبیر کا کلام سنتا تھا۔ اور ان کی سچی اور کھری باتوں کا میرے دل پر اثر ہوتا تھا۔ اور جب دہلی براڈ کاسٹنگ کا پروگرام بنانے والوں نے مجھ سے ان کا قصہ سنانے کی درخواست کی تو میں نے بھگت کبیر کے حالات ڈھونڈنے شروع کئے۔ اور چند روز میں پانچ کتابیں ملیں ایک کبیر بیجک دوسری جیون چرتر کبیر داس۔ تیسری کبیر کسوٹی۔ چوتھی کبیر داس۔ پانچویں کبیر جنم ساکھی۔

کبیر بیجک ناگری میں ہے۔ اور لکھنؤ کے مطبع نولکشور میں چھپی ہے۔ اور کبیر پنتھی اسی کو ٹھیک سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اس میں بہت سی خلاف عقل باتیں بھی ہیں۔ جیون چرتر کبیر داس سوہن لال صاحب کائستھ نے ۱۹۰۲ء میں لکھی تھی۔ اور یہ بھی نولکشوری مطبع لکھنؤ میں چھپی ہے۔ اس کتاب میں بے سر و پا قصوں کے علاوہ کبیر کو ہندو ثابت کرنے کی اس طرح کوشش کی گئی ہے جو مسلمانوں کو ناگوار ہوتی ہے۔ کبیر کسوٹی ۱۸۸۵ء میں پانچ کبیر پنتھیوں نے مل کر لکھی تھی۔ جو بمبئی کے ایک مطبع نے چھاپی ہے۔ اس میں خوش اعتقادی کے جوش نے اصل حقیقت ظاہر نہیں ہونے دی۔ تاہم یہ غنیمت ہے کہ حالات اور کلام کا ذخیرہ اس میں زیادہ ہے۔

کبیر داس کتاب لالہ تیرتھ رام صاحب فیروزپوری نے اردو میں لکھی ہے۔ اور لاہور میں چھپی ہے۔ لالہ تیرتھ رام صاحب انگریزی ناولوں کے مشہور اور کامیاب مترجم ہیں۔ مگر یہ کتاب انہوں آریہ سماجی خیالات سامنے رکھ کر لکھی ہے۔ کتاب کا کاغذ بھی خراب ہے۔ اور چھپائی ایسی ہے کہ اس کے مضامین کا سمجھنا ناممکن ہے

کبیر جنم ساکھی ایک مسلمان منشی محمد خلیل صاحب انصاری نے اردو میں لکھی ہے۔ اور منشی قربان علی صاحب ایڈیٹر اردوئے معلی دہلی نے اس کو خوشخط اور اچھے کاغذ پر چھپایا ہے اس کتاب میں سرکاری گزیٹروں کے اقتباسات بھی دیئے گئے ہیں۔ اور ہندو مسلمانوں کے خیالات کو بھی ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ اور کلام بھی ایسا شائع کیا ہے جو سمجھ میں آتا ہے۔ اور ہندی کلام کا اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔ مگر اس کتاب میں بھی قومی اور مذہبی کشمکش موجود ہے۔ یعنی کبیر کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ان سب کتابوں کو پڑھنے اور سب کے بیانات پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ بھگت کبیر کی ماں مسلمان تھیں اور باپ برہمن تھے۔ اور ان کو برہمن اور اعلیٰ ذات کے ہندو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ ان کی ماں جولاہا قوم کی مسلمان عورت تھیں۔ اور ہندوؤں کی پرانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھوت ذاتیں اسطرح بیدار ہوئی ہیں کہ جب برہمن یا چھتری یا ویش اونچی ذات کے کسی مرد کا۔ کمین ذات کی کسی عورت سے تعلق ہو جاتا تھا۔ تو جو اولاد ان سے ہوتی تھی وہ اچھوت اور کمین سمجھی جاتی تھی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہی وجہ ہے کہ کبیر کے بھگتوں اور ماننے والوں نے تو یہ لکھا ہے کہ کبیر نیلوفر کے پھول سے پیدا ہوئے تھے۔ اور اونچی ذات کے ہندوؤں نے یہ لکھا ہے کہ ایک بچہ پڑا ہوا مل گیا تھا جس کو ایک ہندو ساد ھو نے پال لیا۔ اور بعض ہندوؤں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کبیر مسلمان گھر میں پیدا ہوا تھا۔ اور مسلمانوں میں ان کی شادی ہوئی تھی۔ ان کی بیوی کا نام لوئی تھا۔ اور ان کے بیٹے کا نام کمال تھا۔ اور ان کی بیٹی کا نام کمالی تھا۔ لالہ تیرتھ رام فیروزپوری نے ان کے مسلمان رشتہ داروں کے نام بھی لکھے ہیں۔

بھگت کبیر کی زندگی میں بھی ہندو مسلمان قومیں اپنی اپنی جگہ ان کو اپنا خیال کرتی تھیں۔ یعنی ہندو کہتے تھے کہ کبیر ہندو ہیں۔ اور مسلمان کہتے تھے کہ کبیر مسلمان ہیں۔ اور جب کبیر کا انتقال ہوا تو دونوں قوموں میں کبیر کی میت جلانے اور دفن کرنے کے مسئلہ میں جھگڑا پڑا۔ اور نوبت خونریزی کی آگئی۔ آخر ایک غیبی آواز سن کر لوگوں نے بھگت کبیر کے مردہ جسم کا کپڑا اٹھایا تو وہاں لاش موجود نہ تھی بلکہ پھولوں کا ایک ڈھیر تھا۔ ان پھولوں کو ہندو مسلمانوں نے آدھا آدھا بانٹ لیا۔ ہندوؤں نے وہ پھول جلا دیئے۔ اور مسلمانوں نے دفن کر دیئے۔

کبیر پنتھی لوگوں کا بیان ہے کہ کبیر ۱۳۹۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۱۵۱۸ء میں وفات پائی۔ گویا وہ کبیر کی عمر ۱۲۰ برس مانتے ہیں۔

ضلع بنارس کے سرکاری گزیٹیر میں لکھا ہے۔ کہ کبیر ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں بلہرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے کبیر پنتھی ہونا لکھوایا۔ ان کی تعداد علاوہ پنجاب کے آٹھ لاکھ تینتالیس ہزار ایک سو اکہتر تھی۔ اور پنجاب میں کبیر پنتھی سب صوبوں سے زیادہ ہیں۔ لیکن میرا اندازہ ہے۔ کہ یہ تعداد درست نہیں ہے۔ کیونکہ کبیر کے ماننے والے ہندوستان میں کروڑوں آدمی ہیں۔ جن میں چمار اور دھوبی اور کوری اور جولاہے بہت زیادہ ہیں۔ اور ان سب کی تعداد ایک کروڑ سے کم نہ ہوگی۔

بھگت کبیر مسلمان درویش تھے لیکن وہ کسی خاص قوم یا خاص فرقہ کے پابند نہیں تھے۔ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جہاں ہندوؤں کے مراسم اور ہندوؤں کے عقائد پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ وہیں مسلمانوں کے عقاید اور مراسم پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ انہوں نے فرقہ بندی کے اختلاف کے خلاف ساری عمر کام کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایسے فقرے بھی کہہ گئے جس سے ان کی صلح پسندی ظاہر ہوتی ہے مثلاً انہوں نے ایک دفعہ کہا۔ مندر اندر بامن پوجے مکہ اندر حاجی کہیں کبیر سنو بھئی سادھو ہر جیسے کو تیسا۔ یعنی ہندو مسلمان کی خدا پرستی کے اختلاف کا یہ کہہ کر فیصلہ کر دیا۔ کہ خدا کو کسی طرح بھی پوجو۔ خدا اسی طرح بندہ کی پوجا قبول کر لیتا ہے۔

ذات پات

کبیر کے حالات پر فلسفیانہ نظر سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ چونکہ اونچی ذاتوں کے ہندو کبیر کو اور ان جیسے سب لوگوں کو حقیر سمجھتے تھے۔ اس لئے کبیر نے ذات پات کا بندھن توڑنے کے لئے بہت زیادہ کوشش کی تھی۔ اور اچھوت قوموں میں ان کی ہر دلعزیزی کا راز یہی تھا کہ کبیر وہ بات کہتے تھے۔ جو اچھوت قوموں کے دلوں میں چھپی ہوئی تھی۔

اچھوتوں کی آزادی اور ترقی کا کبیر کو بہت زیادہ خیال تھا۔ اگر کبیر کے بعد ان کی تحریک کو چلانے والے اس تحریک کو مذہبی نہ بنا دیتے۔ تو ہندوستان میں اچھوتوں کی حالت بہت کچھ سنبھل جاتی۔

سکھ مذہب کی بنیاد

بھگت کبیر کے حالات کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گورونانک صاحب کبیر کے کلام کو بہت پسند کرتے تھے۔ اور انہوں نے سکھ مذہب کی بنیاد رکھتے وقت بھگت کبیر کے خیالات سے بہت زیادہ کام لیا تھا۔ گرنتھ صاحب میں بھی کبیر کے اشعار بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اور ذات پات کے بندھن کے ساتھ گورونانک صاحب نے سب کچھ کبیر کے خیالات کی تائید میں کام کیا ہے۔ پس اگر سکھوں کو بھی کبیر کا ماننے والا کہا جائے تو غلط دعویٰ نہ ہوگا۔

بنارس کے سرکاری گزیٹیر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بھگت کبیر سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں موجود تھے۔ ۱۴۰۰ء میں سلطان سکندر لودھی ہندوستان میں حکومت کرتا تھا۔ اور گورونانک صاحب لودھی حکومت کے خاتمہ کے بعد شہنشاہ بابر کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔

بھگت کبیر کا کلام

بت پرستی کی نسبت کہتے ہیں ؎

پتھر پوجے ہر ملے تو ہم پوجیں پہاڑ
اس سے تو چکی بھلی کہ پیس کھائے سنسار

یعنی اگر پتھر پوجنے سے خدا مل جاتا۔ تو کبیر کہتے ہیں کہ میں پتھر کا چھوٹا سا بت نہ پوجتا۔ بلکہ پتھر کے بڑے پہاڑ کو پوجتا۔ پھر کہتے ہیں کہ بت کے پتھر سے تو چکی کا پتھر اچھا۔ کہ اس سے ساری دنیا آٹا پیس کر کھاتی ہے۔ پتھر کے بت سے تو اتنا فائدہ بھی تو آدمیوں کو نہیں ہوتا۔

دنیا کی تمام اشیاء کو مٹتے اور فنا ہوتے دیکھ کر کبیر کے غور کرنے والے دل پر جو اثر ہوا۔ اس کو اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

چلتی چاکی دیکھ کر دیا کبیرا روئے
دو پاٹن کے بیچ میں ثابت بچا نہ کوئے

یعنی جب میں نے چکی کے دونوں پاٹوں کو چلتا ہوا اور دانا پیستا ہوا دیکھا تو مجھے رونا آگیا۔ کہ ان دونوں پاٹوں کے بیچ میں جو آگیا۔ وہ باقی نہ رہا۔ اور فنا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ آسمان اور زمین چکی کے دو پاٹ ہیں اور دونوں چل رہے ہیں۔ اور دونوں کے بیچ میں فنا کا بازار گرم ہے۔

اسی طرح بھگت کبیر نے مرکز پر قائم رہنے کے فائدہ کو جیسی عمدگی سے بیان کیا ہے وہ سننے اور یاد رکھنے کے قابل ہے ؎

چاکی چاکی سب کہیں مانی کہے نہ کوئے
مانی سے جو لگ رہا بال نہ بیکا ہوئے

یعنی آٹا پیسنے کی چکی کو دیکھ کر سب یہی کہتے ہیں کہ چکی ہے مگر یہ بات کوئی نہیں کہتا کہ چکی مانی کے سہارے چل رہی ہے۔ اس لئے اس کو مانی کہنا چاہیئے (چکی کے نیچے کے پاٹ میں ایک کیل لگی رہتی ہے۔ اور اس کیل کے سہارے اوپر کا پاٹ چلتا ہے۔ اس کو ہندی میں مانی کہتے ہیں) کبیر نے چکی کا چلنا بہت غور سے دیکھا ہوگا۔ جو دانے مانی کے پاس آجاتے ہیں ان کو چکی کے پاٹ نہیں پیس سکتے۔ اور وہ قائم رہتے ہیں۔ کبیر نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ جو آدمی خدا کو اپنا مرکز بنا لیتا ہے۔ یا دنیا میں کوئی مرکز مقرر کر لیتا ہے اور اس کے سہارے رہتا ہے تو دنیا کے چکر کی تکلیفوں سے بچ جاتا ہے۔ جیسے کہ چکی کے دونوں پاٹوں کے چلنے سے غلہ کا وہ دانہ نہیں پستا جو مانی کی آڑ میں پناہ لے لیتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک جگہ فانی چیزوں کے پوجنے اور خدا کی باقی رہنے والی ذات کی پوجا کے فرق کی نسبت یہ خیال ظاہر کرتے ہیں۔

ٹھاکر۔ پتھر۔ مالا۔ لکڑ۔ تیرتھ ہیں سب پانی
داتا۔ کرشنا مر گئے دیکھے چاروں وید کہانی
راما مر گئے کرشنا مر گئے مر گئی لکھو بائی
اسکو سادھو کیوں نہیں پوجو جسکو موت نہ آئی

یعنی بت اور پوجنے کے پتھر اور تسبیح اور پیپل اور گنگا اور جمنا سب کو فضول ہے۔ چاروں وید بھی دیکھ لئے وہ بھی ایک کہانی ہیں۔ رام چندر جی اور کرشن جی اور لکھو بائی کو بھی موت آگئی۔ پھر اے فقیر اس کو کیوں نہیں پوجتے جس کو موت نہیں آتی۔

جو پیدائشی برا ہو اس کو نیک بنانے کی کوشش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کڑوے نیم کی جڑھ میں گڑ دودھ اور گھی یہ سمجھ کر ڈالے کہ ان سے نیم کی کڑواہٹ جاتی رہے گی۔

اسی پر کہتے ہیں ؎

جاتی جیسی شبھاؤ جا نے نہ جی سے
نیم نہ میٹھا ہوئے سینچے گڑ گھی سے

دوسری جگہ اس خیال کو ظاہر کیا ہے۔ کہ عقل خدا جسکو چاہتا ہے اس کو دیتا ہے۔ اور جب خدا چاہتا ہے۔ تو عقلمندوں کی سمجھ کو چھین لیتا ہے۔ کہتے ہیں ؎

جیسی گرنی وہ توکی ویسی آپ سے بدھ
ہونہار ہر دے بسے بسر جات سب سدھ

ایک جگہ انسانی جسم کے چاروں عناصر سے بالا ہو کر خدا کا دھیان کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ فرمایا ہے۔

چوتھے کھنڈ چڑھ کرے جو باسا مرن جیون کا رہے نہ سانسا

یعنی جو شخص آگ پانی ہوا خاک کے جسمانی عناصر سے اونچا ہو کر خدا کو یاد کرے۔ تو پھر اس کو مرنے جینے کا خوف نہیں رہتا۔ دنیا کی زندگی میں سب آدمی اپنی اپنی حد کے اندر رہتے ہیں۔ اور حد کے باہر آج تک کوئی نہیں گیا۔ مگر کبیر کہتے ہیں کہ میں دنیا کی مقررہ حد سے بھی آگے بڑھا۔ اور ان حد کے میدان میں جا کر سو گیا۔ فرمایا ہے ؎

حد حد کرتے سب گئے اور ان حد گیا نہ کوئے
ان حد کے میدان میں رہا کبیرا سوئے

کبیر کے زمانہ میں ہندو مسلمان دونوں خدا پرستی کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور کبیر سے پہلے بھی دنیا کے سب آدمی اپنی اپنی زبان میں خدا کا نام لیتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے اس بات پر لڑتے تھے کہ وہ بھی خدا کا اسی زبان میں نام لیں جس زبان میں وہ خدا کا نام لیتے ہیں۔ بھگت کبیر نے آپس کے یہ جھگڑے دیکھے تو انہوں نے بہت مزیدار ڈھنگ سے اس برائی کو ظاہر کیا۔ کہتے ہیں ؎

کبیرا بھلا ہوا ہر بسرے سر سے ٹلی بلا
ہر ہمارا ہیں جپے۔ ہماری جپے بلا

یعنی اے کبیر بہت اچھا ہوا کہ میں خدا کو بھول گیا۔ اور میرے سر سے ہر کو یعنی خدا کو یاد کرنے کی ذمہ واری کی بلا ٹل گئی۔ خدا تو خود اپنی مخلوق کا نام جپتا ہے۔ ہمیں کیا پڑی جو ہم اس کا نام جپنے کی فکر کریں۔

جو لوگ تصوف یوگ کے مقامات سے واقف ہیں وہ کبیر کے اس کلام کا مزہ اٹھائیں گے۔ کیونکہ اگرچہ بظاہر یہ کلام گستاخانہ ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبیر خدا کا نام لینے سے منکر ہو گئے ہیں۔ مگر درحقیقت اس شعر میں کبیر نے تصوف کے اس مقام کو بیان کیا ہے جہاں بندہ اپنے وجود اور خودی سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور اس کے احساس ذاتی میں اس کی خودی باقی نہیں رہتی۔ اس شعر میں بڑی لطافت اور ادبی خوبیوں کے ساتھ ایک بہت بڑے مسئلہ کو کبیر نے بیان کیا ہے۔ میں اپنے ہاں قوالی کی مجلسوں میں کبیر کا یہ کلام بار بار سنتا ہوں۔ اور صوفیوں کو اس پر وجد وحال آتا ہے۔

بھگت کبیر نے بھی گوتم بدھ کی طرح اس دنیا کو دکھ سے بھرا ہوا دیکھا تھا۔ کہتے ہیں ؎

تن سکھیا دھن سکھیا کوئی نہ دیکھا جو دیکھا سو دکھیا رے
ڈگر چلتی سب گھٹ دکھیا کیا گرہی اور بیراگی رے
اونچے چڑھ چڑھ دیکھ تماشا گھر گھر ایک ہی لیکھا رے
چاند دکھت ہے سورج دکھیا نس دن پھرت جائی رے

یعنی دنیا کے کسی جسم والے کو سکھ اور خوشی میں نہ دیکھا۔ سب دکھ میں مبتلا ہیں۔ زندگی کے راستہ پر چلنے والے سب دکھیا ہیں۔ چاہے گھر دار ہوں۔ چاہے تارک دنیا ہوں۔ ذرا اونچے پر چڑھ کر دنیا کے سب گھروں کا تماشہ دیکھو۔ صاف نظر آجائیگا۔ کہ سب کے سب ایک ہی حال میں مبتلا ہیں۔ یہانتک کہ آسمان کے چاند سورج بھی دکھ میں پھنسے ہوئے ہیں۔

ذات پات کے اختلاف کی نسبت ان کے بہت سے اشعار ہیں۔ مگر ایک شعر ایسا ہے جو حضرت جامی کے اس فارسی شعر کی طرح مشہور ہے۔ اور ہر ہندو مسلمان کی زبان پر ہے۔ جامی کہتے ہیں ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یعنی اے جامی اگر تو خدا کی محبت کا حلقہ بگوش ہو گیا ہے۔ تو اپنے نسب اور جنم کی بڑائی کے خیال کو چھوڑ دے۔ کہ محبت کے راستہ میں یہ بات کہ فلاں فلاں آدمی کا بیٹا ہے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ کبیر اس مضمون کی نسبت کہتے ہیں

ذات پات پوچھے نہ کوئے۔ ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے

یعنی خدا کا وہی بندہ مقبول ہوتا ہے جو خدا کو یاد کرتا ہے اس معاملہ میں ذات پات کو کوئی نہیں دیکھتا۔ کہ فلاں سید ہے فلاں برہمن ہے۔ اس لئے وہ خدا کا پیارا ہے۔ کبیر کہتے ہیں نہیں خدا کا پیارا وہی ہے جو خدا کو یاد کرے۔ چاہے وہ کیسی ہی ادنیٰ ذات کا ہو۔

خلاصہ

اس بات چیت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ بھگت کبیر ہندو مسلمانوں کے جھگڑوں سے پاک تھے۔ اور ہندو مسلمان بھی ان کو غیر اور پرایا خیال نہ کرتے تھے۔ اور وہ ہندوستان کی اس بات کے خلاف تھے کہ یہاں ذات پات کا بندھن حد سے بڑھ گیا ہے۔ وہ مسلمان گھر میں پیدا ہوئے تھے اور مسلمان تھے۔ اور مسلمانوں میں ان کی شادی ہوئی تھی۔ اور ان کی اولاد بھی مسلمان تھی۔ لیکن ان کو ہندو قوم کے اچھوتوں کی ترقی اور اصلاح کا اتنا زیادہ خیال تھا کہ لوگ ان کو ہندو سمجھنے لگے تھے۔ اور یہ بیان درست نہیں ہے کہ وہ سوامی رامانند کے چیلے ہو گئے تھے۔ البتہ یہ سچ ہے کہ وہ ہندو مسلمان درویشوں کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ اور امیروں کے مقابلہ میں غریبوں کے ساتھ ان کو زیادہ محبت تھی۔ ان کے دل میں مخلوق کا درد بھی بہت تھا اور وہ ہمیشہ دنیا والوں کے دکھ درد پر غور کرتے رہتے تھے انہوں نے غریبوں کو خوشحال زندگی بسر کرنے کے بہت آسان سبق دیئے ہیں۔ اور اچھوت ذاتوں کا دل بڑھانے اور ان کو آدمی کا درجہ دینے کے لئے تو بھگت کبیر ساری عمر کام کرتے رہے ہیں۔ پس آجکل جو لوگ اچھوت سدھار کا کام کرنا چاہتے ہیں وہ بھگت کبیر کے حالات پر غور کریں!

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کو اچھوتوں کی اصلی خواہشوں کا حال بھی معلوم ہو جائیگا۔ اور وہ کبیر کے اصول بیان سے اچھوت سدھار کا کام بھی ایسا کر سکیں گے جو اچھوتوں کو سچ مچ فائدہ پہنچے۔

کبیر کا یہ مضمون ختم کرنے سے پہلے مجھ حسن نظامی کو یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بڑے ہندوستانی کے حالات بیان کرنے کے لئے تو کئی برس کا وقت درکار ہے۔ پندرہ منٹ میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے جتنا کہا گیا۔ (منادی)

اردو ہندی کے اختلاف پر ایک تبصرہ

رسم الخط

رسم الخط کی بحث زیادہ غور طلب ہے۔ اور بہت زیادہ وسعت نظر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ زبانی گفتگو کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ اپنا مقصد دلی اپنے ملنے والوں کو سمجھا دیا جائے۔ اور جہاں تک جلد اور آسانی سے سمجھایا جائے بہتر ہے۔ لیکن تحریر کی غرض اتنی ہی نہیں ہوتی۔ تحریر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنا مقصد سمجھایا جائے جو سامنے موجود نہ ہوں۔ اور زیادہ سے زیادہ اشخاص کو مقصد سے واقف کیا جائے۔ یا ایسا مطلب سمجھانا مقصود ہوتا ہے جو غور و فکر کے قابل ہو۔ اور آسانی سے نہ سمجھا جا سکے۔ یا علوم و حقائق کو تحریر کے ذریعہ محفوظ کیا جاتا ہے تاکہ عرصہ تک یاد رہے۔

حافظہ بہت زیادہ معلومات کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے ہر قوم نے مقررہ آواز یا الفاظ کے لئے خاص قسم کے نقوش مقرر کئے ہیں۔ انہیں مقررہ نقوش کو اقوام کا رسم الخط کہا جاتا ہے۔ دنیا میں ہزارہا قسم کے خطوط جاری ہوئے۔ ان میں طرح طرح کی تبدیلیاں ہوئیں۔ بہت سے خطوط فنا ہو گئے۔ اور موجودہ ترقی یافتہ بے انتہا تبدیلیوں اور اصلاح کے بعد موجودہ شکل میں آئے۔

قدیم خطوط

ابن المقنع کے حوالہ سے ابن ندیم لکھتے ہیں کہ ایران میں پانچ قسم کے خطوط رائج تھے۔ ایک کتابۃ الدین جس میں سے مذہبی باتیں لکھی جاتی تھیں۔ دوم دبیریہ جس کے ۳۶۵ حروف تھے۔ سوم گشتج اس میں ۲۸ حروف تھے۔ اور اس سے معاہدات لکھے جاتے تھے۔ پنجم شاہ دبیریہ۔ جو خاص بادشاہوں کا خط تھا۔ ان کے علاوہ اور خطوط بھی تھے جیسے راز سہریہ اس میں ۴۰ حروف تھے۔ اور اس سے منطق و فلسفہ لکھا جاتا تھا۔ اور دوسرے چند خطوط کا نام تاریخوں میں آتا ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار خطوط تھے جو مٹ گئے۔ نہ ان کا نام معلوم ہے نہ حال نہ حروف کی شکل۔

عرب میں حمیری نبطی۔ عدنانی۔ حجازی۔ مسندی۔ کوفی وغیرہ جدا جدا شکل کے خطوط تھے۔ عراق میں پہلے سریانی خطوط کا رواج تھا جس میں سریانی زبان لکھی جاتی تھی۔ شام کے علاقہ میں عبرانی خط جاری تھا۔ مصر میں قبطی خطوط تھے۔ اور اس کی کئی قسمیں تھیں۔ حبشی حروف کی جدا قسم تھی۔ اور دوسرے مختلف علاقوں میں خطوط کی متعدد قسمیں ہو گئی تھیں۔ جن کا استقصا ناممکن ہے۔

خطوط کا اشتراک

ان سب قوموں نے محسوس کیا کہ خطوط کا اختلاف اور اس کی اتنی کثرت تبادلہ خیالات کے لئے مفید نہیں۔ متعدد خطوط کا سیکھنا اور اس میں عمر ضائع کرنا تکلیف دہ اور تضییع اوقات ہے۔ بہتر ہے کہ ایک ہی قسم کے خطوط ہر جگہ رائج ہوں۔ مگر وہ ایسے ہوں کہ ہر قسم کا صحیح تلفظ ان کے ذریعہ سے ظاہر کیا جا سکے۔ اسی بناء پر موجودہ رسم الخط کو قبول کیا گیا۔ جس کی بنا غالباً سریانی۔ حمیری اور حجازی خطوط کی ترکیب سے پیدا ہوئی ہے۔ اسی کو عربی رسم الخط بھی کہتے ہیں۔ اور یہی ترکی اور اردو رسم الخط بھی ہے۔

فارسی میں پ۔ چ۔ ژ۔ گ کی آواز کے لئے یہ چار حروف بڑھا لئے گئے ہیں۔ عربی زبان میں یہ حروف اور تلفظ نہ تھا۔ ترکی میں بھی بعض تلفظ کے لئے کچھ اشارات بڑھائے گئے ہیں۔ اس طرح ان حروف کا مجموعہ ایسا جامع ہو گیا کہ ایشیا کی تقریباً ہر زبان کا تلفظ صحیح طور پر ان کے حروف کے ذریعہ لکھا جانے لگا۔ ٹھیک اسی طرح یورپ میں بھی بہت طرح کے خطوط تمام ممالک میں جاری تھے۔ وہاں بھی رومن خطوط ہر جگہ اختیار کر لئے گئے۔ اور یورپ کی کل زبانیں ان خطوط میں لکھی جانے لگیں۔

ہندوستان کا حال

ہندوستان کی حالت اس کے برعکس ہے۔ قدیم زمانہ سے جس طرح یہاں ہر ضلع کی زبان جدا ہے۔ اسی طرح تقریباً ہر ضلع یا کم از کم ہر صوبہ کے خطوط بھی جدا تھے۔ کبھی اس کی کوشش نہ کی گئی کہ کم از کم ہندوستان کے لئے تو ایک رسم الخط مشترک قبول کر لیا جائے۔ دیوناگری میں متبرک ہندی کتابیں لکھی گئیں مگر کبھی کسی ایک صوبہ میں بھی اس تحریر کا مکمل عام رواج نہ ہوا۔ اور نہ اس میں ایسے قواعد بنائے گئے کہ کم از کم ہندیا کی دوسری زبانوں کا صحیح تلفظ مثلاً بنگلہ یا ٹیلیگو کے خاص خاص تلفظ کو ناگری حروف میں لکھا جا سکے۔ جب سب سے متبرک خط کا یہ حال ہے تو دوسرے خطوط کا حال اس سے بہتر کیوں کر ہو سکتا ہے۔ موجودہ دور میں بنگلہ کچھ ترقی یافتہ زبان سمجھی جاتی ہے۔ گجراتی بھی کچھ عرصہ ترقی یافتہ قوموں کی زبان رہ چکی ہے۔ تامل ناگری کی طرح مذہبی زبان تھی۔ مگر غیر ملکی الفاظ کے مخصوص مخارج کے لئے ان میں سے کسی کی تحریر میں نہ حروف ہیں نہ کوئی قاعدہ ہے۔ مثلاً جن الفاظ میں ع۔ ح۔ غ۔ ذ کی طرح حروف نہ ہوں۔ ان کا صحیح تلفظ ان میں سے کسی زبان کی تحریر میں نہیں لکھا جا سکتا۔

اس کے برعکس اردو زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ لیکن عربی حروف تہجی میں ایسے حروف نہ تھے۔ جن سے ہندی کے بہت سے الفاظ کو صحیح تلفظ کے ساتھ لکھا جا سکے تو خاص اردو کیلئے حرف بڑھا کر مکمل کیا گیا۔

پ۔ چ۔ ژ۔ گ فارسی کے لئے بڑھائے جا چکے تھے۔ ڈ۔ ڑ۔ پھ۔ بھ۔ کھ۔ گھ وہ حروف ہیں جو خاص اردو کیلئے وضع کئے گئے۔ اس لئے اردو کا یہ رسم الخط اتنا مکمل ہو گیا ہے۔ کہ ہندوستان کی تمام مروجہ زبانوں کا صحیح تلفظ اس میں لکھا جا سکتا ہے۔ اور باوجود اس کے ایشیا کے بڑے حصے کے ساتھ رسم الخط کے اعتبار سے اردو زبان مشترک بھی ہو گئی ہے۔ اگر ہندی زبانوں کے کسی رسم الخط کو اردو کا رسم الخط بنا دیا جائے۔ تو وہ رسم الخط ایک صوبہ سے زیادہ نہ پھیل سکے گا۔ اور حالت یہ ہو گی کہ مختلف صوبہ کے اردو جاننے والے بھی آپس میں خط و کتابت نہ کر سکیں گے۔

ہندی تعصب

ایسے ہندو جو اردو یا ہندی جانتے ہیں ہر صوبہ میں ملیں گے۔ لیکن ان کا کوئی مشترک رسم الخط نہیں ہے۔ اس وقت ہر صوبہ میں ایسے ہندو ہیں جو اردو رسم الخط کا خلاف کرتے ہیں۔ ہر صوبہ کے کورٹ اور اسکول سے اردو رسم الخط کو نکال دینا چاہتے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں کر سکتے کہ اردو رسم الخط کی طرح کوئی دوسرا ایک رسم الخط جاری ہو جائے۔ ناگری۔ ہندی۔ گورمکھی۔ بنگلہ۔ تامل۔ اوڑیہ یا کسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک رسم الخط کو وہ عام مشترک رسم الخط بنانے کی ہمت نہیں کر سکتے غالباً کوئی سکھ راضی نہ ہوگا کہ گورمکھی ترک کر دے۔ کوئی بنگالی راضی نہ ہوگا کہ بنگلہ چھوڑ دے۔ کوئی اوڑیہ راضی نہ ہوگا کہ اوڑیہ تحریر اٹھا دی جائے۔ کوئی دکھنی راضی نہ ہوگا کہ تیلگو موقوف کر دی جائے۔ خود مختلف صوبے کے ہندو خط و کتابت کرتے ہیں تو انگریزی میں کرتے ہیں یا اردو میں۔ کسی خاص صوبہ کے رسم الخط کو وہ مشترک رسم الخط نہیں بنا سکتے۔ ایسی حالت میں اردو کے لئے یہاں کا کوئی ناقص رسم الخط قبول بھی کر لیا جائے تو اس سے تبادلہ خیالات میں کیا فائدہ پہنچے گا اور اس بدنصیب ملک کے لئے ایک مشترک رسم الخط کیوں کر حاصل ہوگا۔

دنیا کا رجحان

اس وقت دنیا میں دو رسم الخط بڑے وسیع پیمانہ پر مقبول ہیں۔ رومن کیرکٹر جو سارے یورپ۔ تمام امریکہ اور ایشیاء و آسٹریلیا کے اکثر حصوں میں رائج ہے

دوسرا عربی یا فارسی کیرکٹر۔ یہ ایشیا کوچک۔ شام۔ عراق عرب۔ ایران۔ افغانستان۔ ترکستان۔ اور مصر کا واحد رسم الخط ہے۔ اور افریقہ کے اکثر حصہ میں۔ روس کے اکثر علاقہ میں اور ہندوستان کے بڑے طبقہ میں مروج ہے۔

دنیا کے لوگوں کا رجحان اب اس طرف ہے کہ اس تفریق کو بھی مٹا دیا جائے۔ اور ساری دنیا کے لئے صرف ایک رسم الخط باقی رکھا جائے۔ متعدد رسم الخط رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مگر ہندوستان کیا چاہتا ہے ذرا غور کرو! یہاں ایک بڑا طبقہ یہ چاہتا ہے کہ اگر دو کی وجہ سے کسی حد تک ایک مشترک رسم الخط جو ہندوستان میں پیدا ہو گیا ہے اس کو بھی مٹا دیا جائے۔ رسم الخط کے اعتبار سے ہندوستان کا تعلق تمام دنیا سے منقطع کر دیا جائے۔ اور اندرون ہند بھی کوئی مشترک خط باقی نہ رکھا جائے۔ ہر صوبہ اور ہر خطہ کا رسم الخط علیحدہ علیحدہ ہے یہ قدامت کی یادگار باقی رہے۔ گو آپس میں خط و کتابت سے بھی محروم رہیں ان ھذا الشئ عجاب۔

ہندو مسلم سوال

غلط طریقہ سے رسم الخط کی بحث کو بھی ہندو مسلم سوال بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ چیز ابھی ہندو مسلم بحث میں نہیں آسکتی ہر سمجھ دار شخص اقرار کرے گا کہ ہندوستان میں ایک مشترک رسم الخط ہونا چاہیئے۔ وہ مشترک رسم الخط فی الحال اردو کے سوا موجود ہی نہیں ہے۔ اگر ہر صوبہ کے ہندو کسی ایک رسم الخط کو باتفاق قبول کریں۔ اور اس کو ہر صوبہ کے لوگ بورڈ اسکولوں میں جاری کرنے کے لئے راضی بھی ہو جائیں تب یہ کہا جائیگا۔ کہ دونوں کا رسم الخط موجود ہی نہیں ہے۔ مقابلہ کے ساتھ؟

اردو رسم الخط کے متعلق بعض مشکلات بیان کی جاتی ہیں۔ وہ قابل توجہ نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اردو رسم الخط میں املا نسبتاً مشکل ہے۔ مگر کوئی مکمل رسم الخط اتنے اشکال سے خالی نہیں ہو سکتا۔ رومن خط کا تہجی اور اس میں غیر ملفوظ حروف کی کثرت اس سے زیادہ مشکل ہے۔ باقی رہی ہندی۔ تو وہ فی الوقع اب تک بالکل ابتدائی حالت میں ہے۔ مختلف اصوات کے لئے کچھ خطوط مقرر ہیں۔ اس کو مکمل رسم الخط نہیں کہہ سکتے۔ نہ اس سے الفاظ کا صحیح متعین تلفظ ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ نہ مخارج کا اظہار ہو سکتا ہے۔ اور مکمل رسم الخط میں ان دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اردو میں حروف ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ اس سے اردو تحریر بہت مشکل ہو گئی ہے۔ مگر یہی چیز زود نویسی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ رومن حروف بھی علیحدہ علیحدہ لکھے جاتے ہیں۔ مگر تمام رومن لکھنے والوں کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ تحریر کے لئے ایسے حروف ہونے چاہئیں جو ملا کر لکھے جائیں۔ اور اس لئے وہ دو قسم کے حروف استعمال کرنے پر مجبور ہوئے۔

اردو رسم الخط بلاشبہ ہندی سے مشکل ہے۔ مگر اس دقت کو برداشت کرکے ہندوستان کے کسی صوبہ کا کوئی ہندو جب اردو رسم الخط سیکھ لیتا ہے تو وہ دنیا کے ایک معتدبہ حصہ سے تحریری سلسلہ قائم کرنے پر قادر ہو جاتا ہے ایشیاء کی بہت سی اقوام کی تصانیف اور علمی ذخائر کو کم از کم پڑھ لینے کی اس میں صلاحیت ہو جاتی ہے۔ جس کے مقابلہ میں مذکورہ مشکلات و تکالیف کوئی ہستی نہیں رکھتی۔ لیکن وہی ہندو اگر آسانی سے ہندی رسم الخط سیکھ لیتا ہے۔ تو بتاؤ اس سے وہ اپنا تحریری سلسلہ زیادہ سے زیادہ کتنا وسیع کر سکتا ہے۔ اور تحریر سیکھنے کا فائدہ اس کو کتنا حاصل ہو سکتا ہے

ضروری اطلاع:۔ خط و کتابت میں چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کا گلہ بے فائدہ

ہندو تمدن پر اسلام کا اثر

یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ قدیمی ہندو یا آریوں کو فن تاریخ نویسی سے بہت ہی کم لگاؤ تھا۔ لہذا وہ قوم جس کی تاریخ بہت کچھ اندھیرے میں ہو۔ اس کے تمدن اور تہذیب کا کماحقہ خاکہ ناظرین کے سامنے کھینچنا بہت حد تک مشکلات کو چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے بہت مطالعہ جستجو اور سعی کی ضرورت ہے۔ وید مقدس منوشاستر اور راماین مہابھارت یا پھر دیگر سیاحوں اور مورخوں کے نوشتے ہماری مشکلات کو ایک حد تک ہلکا کر دیتی ہیں۔ اور اس لئے بھی ان واقعات کو سامنے لاکر ہمیں ایک گونہ تسلی ہو جاتی ہے۔ کہ یہ واقعات ان معتبر کتب سے لگاؤ رکھتے ہیں جو ہزاروں سالوں سے ہمارے آریہ دوستوں کی عقیدت کا مرکز چلی آرہی ہیں۔ لہذا ایسے اقتباسات ہمارے ہندو بھائیوں کے لئے بہرکیف تسلی کا موجب ہونے چاہئیں۔ ان گزشتہ مجلسی۔ مذہبی سیاسی۔ تمدنی رسومات کا جب موجودہ ہندو مذہب کی ان مذکورۃ الصدر نقشوں سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہم اس وقت کے ہندو مذہب کو پراچین کال یا قدیمی زمانہ کے ہندو مذہب سے بہت حد تک جداگانہ پاتے ہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں ہندوستان میں اسلام کے ورود کے قبل جو ہندو مذہب کا مرقع ہے۔ جب ہم اسلام کے بعد ہندو مذہب کے نقشہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو بلاشبہ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد ہندو مذہب میں بعد المشرقین ہے۔ یقیناً اسلام کے تمدن اور تہذیب نے ہندو مذہب کا نقشہ ہی بدل دیا ہے۔ گویا دنیا ہی کچھ اور کی اور ہو گئی۔ یہ میں ہی نہیں کہتا بلکہ جو شخص بھی میری طرح سے تعصب سے الگ اور خالی الذہن ہو کر اسلام سے قبل کے ہندو مذہب اور اسلام کے بعد کے ہندو مذہب پر نظر ڈالیگا تو وہ بدوں کسی تردد اور تامل کے میرے ساتھ اتفاق کرے گا۔ لہذا اب میں ان چیدہ واقعات کو دوستوں کے سامنے رکھتا ہوں۔ جن سے اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد کے ہندو مذہب پر روشنی پڑتی ہے۔ اور مجھے توقع رکھنی چاہیئے کہ آپ صاحبان ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں گے۔ لہذا میرے لئے ضروری ہے کہ اسلام سے قبل ہندو مذہب جن مختلف مدارج سے گذرا ہے اس کا اجمالی تبصرہ دوستوں کے سامنے رکھوں۔ اگرچہ پانچ ہزار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سال کے واقعات کو چند اوراق میں قلم بند کرنا یہ ایسا ہی مشکل ہے جس طرح کسی دشوار گذار راستہ کا چند منٹوں میں عبور کرنا۔ مگر اس کے لئے ایک آسان صورت بھی ہے۔ وہ یہ کہ دشوار گذار راستے جنہیں ہم مہینوں کی مسافت سے بھی طے نہیں کر سکتے ہاں چند منٹوں میں اپنی نظر سے گذار سکتے ہیں۔ ایسے ہی موقع پر ایک پنجابی شاعر نے یہ فلسفیانہ مصرع وضع کیا ہے ؎

اکھیاں تھیں نیڑے نیڑے قدماں تھیں دور وے

یعنے اے مطلوب تو پاؤں کے فاصلہ سے بہت دور ہے۔ مگر دیکھنے میں تو قریب تر ہے۔ لہٰذا میں انشاء اللہ پانچ ہزار سال کے واقعات کو خدا کے فضل سے تھوڑے وقت میں ہی نظر میں گذار دوں گا۔ گو ہو سکتا ہے کہ آجکل کے گرما گرم حلوہ کھانے والوں کو پانچ ہزار سال قبل کے گڑ میں چنداں مزہ نہ آئے مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ حکماء کے نزدیک جس قدر بھی پرانا گڑ ہو وہ بعض اوقات اکسیر سے بھی زیادہ فوقیت لے جاتا ہے۔ لہٰذا میں آج ناظرین میں پانچ ہزار سال قبل کے گڑ کو تقسیم کر رہا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ دوست اس قدر پرانے اور بوسیدہ اور کہنہ گڑ کی شکل کو دیکھ کر ناک بھوں نہیں چڑھائیں گے۔ بلکہ اس کے فوائد کو مدنظر رکھ کر خوشی سے قبول کریں گے۔

اسلام کے مبارک ورود سے قبل یہ ہندوستان جن مختلف مذہبی۔ تمدنی یا سیاسی مدارج سے گذرا۔ مختصر الفاظ میں وہ ان نقشوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) برہمنی مذہب یا ویدک دھرم۔

(۲) دام مارگ۔

(۳) بدھ و جین مت۔

(۴) شو مت۔

(۵) ویدانت مت۔

(۶) ہندوؤں کے دیگر مختلف فرقے۔

(۷) موجودہ آریہ سماج۔

لہٰذا میں پہلے برہمنی مذہب پر نظر ڈالتا ہوں۔

توحید اور ویدک دھرم

ویدک دھرم میں خالص توحید مفقود تھی۔ ہاں عناصر یعنے زمین۔ پانی۔ سورج۔ ہوا۔ آگ وغیرہ کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ بلکہ انہیں اشیاء کو اپنا حاجت روا بھی سمجھا جاتا تھا۔ اور خود ارراس بیسویں صدی کی آریہ سماج کی چھان بین جرح قدح بھی ویدوں کی اس نمایاں خصوصیت کو کم نہیں کر سکی۔

چنانچہ دی سویلیزیشن آف ان شنٹ انڈیا (قدیم ہندوستان کی تہذیب) کا عالم مصنف پنڈت رومیش چندر دت صاحب سی آئی ای جو سنسکرت کے عالم بے بدل ہیں۔ اپنی اس کتاب کے چھٹے باب میں آریوں کی عناصر پرستی پر بخوبی روشنی ڈالتے ہیں اور نیز آریوں کا مشہور آرگن آریہ گزٹ اپنے ۲۵ نومبر ۱۹۲۶ء کے اشو میں وید امرت کے عنوان سے اتھرووید کانڈ ۱۲ مفہم انوواک (۱) سوکت ۲ منتر ۳ کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ انسان وسیع و عریض زمین کو اپنا مضبوط محفوظ رکھشک (محافظ) سمجھے۔ خدا کو اکھنڈت (منزہ) تصور کرے۔ وغیرہ۔ اور قدرت کو سب سے بڑھ کر سکھ دینے والی خیال کرے۔"

اب اس جگہ عناصر پرستی کے جو راگ گائے گئے ہیں۔ وہ صاف ظاہر ہیں۔ ہاں ایک جگہ قدرت کا لفظ لایا گیا ہے۔ جو غالباً نیچر کا قائمقام ہے۔ اور ایسی قدرت کو تو کئی دہریہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ویدوں میں عناصر پرستی کی تعلیم ہے اور توحید کی جھلک اوّل تو ہے ہی نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو وہ مشتبہ اور ماند ہے۔

آریہ گزٹ نے لوگوں کے اس کہنے کی صاف الفاظ میں تائید کر دی ہے۔ نیز علاوہ ازیں چار ویدوں میں سے مقدم اور پُر انار گوید ہے۔ اس کا پہلا منتر یہ ہے:-

اگنی میلے پروہتم

یعنے آگ ہمارا گورو ہے۔ اس کے علاوہ پھر دیکھو رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۳۶ منتر ۷ ترجمہ۔ سوامی دیانند صاحب .... اپنے راجہ گیان وان میر مجلس کی ہی اپاسنا (عبادت) کرتے ہیں..... وے لوگ ایذا رساں دشمنوں کو اچھے طور جیت کر پار ہو سکتے ہیں"

ان مذکورۃ الصدر حوالجات میں جس قدر عناصر پرستی اور انسان پرستی پر زور دیا گیا ہے۔ وہ صاف اور بیّن اور کسی تشریح سے بے نیاز ہے۔

اس کے بعد دام مارگیوں کا دور شروع ہوا۔

دام مارگ مت

دام مارگ مت کیا تھا۔ اور اس کے کیا عقاید تھے۔ میں اسکی نسبت یہی کہوں گا۔ کہ اس کی تشریح کرنا مسلم تہذیب سے بعید ہے مختصر الفاظ میں یہ مذہب اور اس مذہب کے عقاید انسانیت کے لئے موجب عار تھے۔ جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ایک انسان گہری تشویش میں پڑ جاتا ہے۔ کہ کیا انسان کہلانے والے کبھی اسقدر بھی تنزل کر چکے ہیں۔ اگر آپ کو اس کی تشریح مطلوب ہو تو آپ سوامی دیانند کی مشہور تصنیف ستیارتھ پرکاش کے گیارھویں سمولاس میں دام مارگیوں کا ذکر ملاحظہ کریں۔ مختصر یہ کہ سوامی صاحب اپنی اس کتاب میں دام مارگیوں کے عقائد کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "اس قسم کے پاگل اور پرلے درجے کے وحشی ...... انسان بھی دنیا میں بہت کم ہوں گے"

ناظرین آپ یہ خیال نہ کریں کہ یہ سب باتیں انہوں نے ویدوں سے علیحدہ کر رکھی تھیں۔ نہیں بلکہ ایسی تعلیم کو وہ اپنے خیال میں ویدوں سے ہی ثابت کرتے تھے۔ چنانچہ سوامی دیانند کے اپنے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں۔

"پھر (جب) ان لوگوں کا مذہب بہت پھیلا۔ تب فریب کر کے ویدوں کے نام سے بھی دام مارگ کی تھوڑی سی لیلا رچائی۔ یعنی سوترامنی یگیہ میں شراب پیوے۔ پرو کھشت یعنے یگیہ میں گوشت کھانے میں عیب نہیں گو ایسے ایسے قول بھی رشیوں کی کتابوں میں ڈال کر کتنے ہی رشی منیوں کے نام سے کتابیں بنا کر اشومیدھ کے نام سے یگیہ بھی کرانے لگ گئے تھے یعنے ان حیوانوں کو مار کر ہوم کرنے سے یجمان اور حیوان کو بہشت ملتا ہے۔

وید کے معانی نہ سمجھنے کے بارے میں سوامی دیانند باب ۱۱ دفعہ ۷ میں لکھتے ہیں "لیکن ان سچے معانی کو وے جاہل نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ جو خود غرض خیال والے ہوتے ہیں وے سوائے اپنی غرض پورا کرنے کے دوسری کچھ بھی بات نہیں جانتے اور نہیں مانتے"

شو مت

اس کے بعد شو مت کا آغاز ہوا۔ جس کے متعلق سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۱ دفعہ ۹۴ میں لکھتے ہیں۔

دام مارگی دیوی کی عبادت کرنے والے ہوئے۔ اور شو مہادیو کی عبادت کرنے والے ہوئے۔ اور سنئے!

یہ دونوں رودر آکھش اور بھسم (خاک) آجتک لگاتے ہیں۔ لیکن جتنے دام مارگی وید کے مخالف ہیں۔ ویسے شو نہیں ہیں ان کا یعنی شوؤں کا اعتقاد ہے کہ جس ماتھے پر بھسم اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گلے میں رودرا کھش پہنیں ہے اس پر لعنت ہے۔ اس کو چنڈال کی مانند ترک کرنا چاہئے۔ جو گلے میں تیس سر میں چالیس چھ چھ کانوں میں۔ بارہ بارہ ہاتھوں میں۔ سولہ سولہ بازوؤں میں۔ ایک چوٹی میں اور چھاتی پر ایک سو آٹھ رودرا کھش پہنتا ہے۔ وہ ہو بہو مہادیو کی مانند ہے۔ آگے چل کر سوامی دیانند صاحب لکھتے ہیں کہ۔ ان بے شرموں کو ذرا بھی شرم نہ آئی کہ یہ مکروہ کام ہم کیوں کرتے ہیں۔ پنڈت لیکھرام صاحب نے جو سوامی دیانند صاحب کی سوانح عمری تصنیف کی ہے۔ اس کے صفحہ ۵۰ پر آپ یہ لکھتے ہیں کہ۔ سوامی دیانند صاحب بھی شیومت کے پیرو رہ چکے ہیں اور لوگوں کو اس مت کا پیرو بنا کر ہزاروں رودرا کھش کی مالائیں اپنے ہاتھ سے تقسیم کیں۔ مہاراج رام سنگھ نے بھی آپ سے ہی اس مت کو قبول کیا۔"

بُدھ مذہب کا آغاز

اس بارہ میں سوامی دیانند کے الفاظ یہ ہیں۔ "جب ان پوپوں کی ایسی بداعمالیاں دیکھیں (تو) ایک سخت غضب ناک وید وغیرہ شاستروں کی مذمت کرنے والا بدھ یا جین مت رائج ہوا۔ اور بدھ ہونے جو سنسکرت زبان کا سب سے بڑا فاضل اجل تھا جس کے بارے میں لالہ لاجپت کے یہ الفاظ ہیں کہ وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر گیان کا ذخیرہ اکٹھا کرنے لگا۔ ہندوستان کی درشن وِدیا میں جو کچھ تھا اس کو اس نے مطالعہ کیا مگر اطمینان نہ ہوا۔" وید کے مت کی مذمت شروع کی۔ اور بقول سوامی دیانند باب ۱۱ (دفعہ ۲۰) ویدوں کی بھی مذمت کرنے لگے۔ اس کے پڑھنے پڑھانے یگیوپویت وغیرہ اور برہم چریہ وغیرہ اصولوں کو بھی تباہ کیا۔ جہاں جتنی کتابیں وید وغیرہ کی پائیں ان کو تلف کیا۔ آریوں پر بہت سا زور حکومت بھی چلایا۔ تکلیف دی۔ جب ان کو خوف و خطرہ نہ رہا تب اپنے مت والے گرہستی اور سادھوؤں کی عزت اور وید کے پیروؤں کی بے عزتی کرنے اور طرفداری سے سزا بھی دینے لگے۔ اور خود بھی عیش و آرام میں اور غرور میں پھول کر پھرنے لگے (رشبھ دیو سے لے کر) مہاویر تک اپنے تیرتھنکروں کے بڑے بڑے بت بنا کر پرستش کرنے لگے یعنی پاشان وغیرہ مورتی پوجا کی بنیاد جینیوں سے پھیلی۔ پرمیشور کا ماننا کم ہوا۔ پتھر وغیرہ کی یعنی مورتی پوجا میں مصروف ہوئے۔ اسی طرح تین سو برس تک آریہ ورت میں جینیوں کی سلطنت رہی۔ بہت لوگ وید کے علم وغیرہ سے ناواقف ہو گئے تھے۔ یہ لوگ ویدوں اور خدا کے منکر تھے۔ اور "اہنسا پرمو دھرما" یعنے کسی کو ایذا نہ دینا یہ ان کا بڑا عقیدہ تھا۔

شنکر آچاریہ کا ظہور

سوامی دیانند کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں باب ۱۲ دفعہ ۱۱ اور ۱۲۔ "کئی سو برس کا زمانہ گزرا کہ ایک شنکر آچاریہ دراوڑ مالابار ملک میں پیدا شدہ براہمن برہم چریہ سے ویاکرن وغیرہ سب شاستروں کو پڑھ کر سوچنے لگے۔ کہ آیا سچے پرمیشور کے معتقد وید مت کا چھوٹنا اور بدھ و جین پرمیشور کے نہ ماننے والے متوں کا رائج ہونا بڑے نقصان کی بات ہوئی ہے۔ اس کو کسی طرح رفع کرنا چاہیئے۔"

مگر شنکر آچاریہ کا مذہب سوامی دیانند کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ چنانچہ وہ اسی سملاس ۱۱ دفعہ ۱۲ میں لکھتے ہیں۔ "شنکر آچاریہ کا مت تھا کہ ازلی سدھ پرماتما ہی دنیا کا صانع ہے۔ یہ دنیا اور جیو جھوٹا ہے۔ کیونکہ اس ہی پرمیشور نے اپنی مایا سے دنیا بنائی۔ وہی پرورش اور فنا کرنے والا ہے۔ اور یہ جیو پرپنچ خواب کی مانند ہے۔ پرمیشور خود ہی سب جگت روپ (بشکل عالم) ہو کر لیلا (کھیل) کر رہا ہے۔"

یعنے بہ الفاظ دیگر شنکر آچاریہ روح و مادہ کی قدامت کا منکر اور ہمہ اوست کا قائل تھا۔ جو موجودہ آریہ مت کے صریح مخالف اعتقاد ہے۔ گویا کہ شنکر آچاریہ نے بڑے غور و خوض کے بعد وید کا جو اعتقاد دنیا پر ظاہر کیا ہے وہ موجودہ ویدک مت کے قطعی مخالف تھا۔ مگر سوامی دیانند اسی کو وید مت بیان کرتے ہیں۔ اور ان کے اعتقاد میں اسی وقت سے یگیوپویت ہونے لگے۔ اور ویدوں کی درس و تدریس نے رواج پکڑا۔ دس سال کے اندر سارے آریہ ورت ملک میں گھوم کر جینیوں کی تردید اور ویدوں کی تائید کی۔"

شنکر آچاریہ کا ظہور آٹھویں صدی کے اخیر میں ہوا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ شنکر آچاریہ نے جو توحید کا عقیدہ لوگوں کے سامنے پیش کیا وہ ویدوں کا عقیدہ نہیں تھا۔ انہوں نے یہ تعلیم ویدوں سے حاصل نہیں کی تھی مسلمانوں کا ہندوستان میں پہلا داخلہ ۳۶ھ میں بذریعہ ابوالعاص عامل یمن دوسرا داخلہ بذریعہ امیر مہلب ۴۴ھ۔ اور تیسرا ورود محمد بن قاسم ۹۳ھ میں ہوا۔ اور سمندر کا ساحل ہونے کی وجہ سے ۹۳ھ تک مالابار میں مسلمان تجاروں کی کافی آمد و رفت ہو چکی تھی۔ مسعودی ۳۰۳ھ کے قریب کالیکٹ تک مالابار میں آیا۔ وہ کہتا ہے کہ یہاں سیراف۔ عمان۔ بصرہ۔ بغداد کے بہت سے مسلمان آباد ہیں جنہوں نے یہیں کے باشندوں میں بیاہ شادی کر کے سکونت اختیار کر لی ہے۔ ان کی تعداد دس ہزار ہے۔ ان میں بعض مشہور تاجر ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کا رئیس ابوسعید معروف بن ذکریا ہے۔ اب جائے غور ہے کہ اسی زمانہ میں شنکر آچاریہ پیدا ہوئے۔ اور وہ جین مذہب اور بدھ مت کی بت پرستی کے خلاف اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔ اور خدا کی توحید و یگانگت کے لئے پرچار کرتے ہیں۔ اب اس کا اندازہ لگانا ذرا بھی مشکل نہیں۔ کہ جناب شنکر آچاریہ نے توحید کا سبق اسلام سے سیکھا۔ ورنہ اس سے قبل ہمیں خالص توحید کی تعلیم مفقود نظر آتی ہے۔ لہٰذا اب اس امر سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جناب شنکر آچاریہ نے توحید کا نور اسلام کی منور تعلیم سے حاصل کیا۔ اور اس کا ایک اور بھی زبردست ثبوت ملتا ہے کہ شنکر آچاریہ نے اسلام اور مسلمانوں کے برخلاف کہیں بھی کچھ کہنے کی جرأت نہیں کی۔ حالانکہ ان کے ہمسایہ میں اس وقت کافی مسلمان آباد تھے۔ اور اسلام اپنی ہمہ گیر تعلیم کی وجہ سے بنی نوع انسان میں دن بدن ایک خاص احترام اور قبولیت حاصل کر رہا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب شنکر آچاریہ نے توحید کے جس چشمہ سے اپنے تشنہ لب کو تر کیا تھا اس کے لئے اس کے دل میں عزت اور احترام کا جذبہ موجود تھا۔ وہ آجکل کے آریوں کی طرح نہیں تھے کہ اسلام کی خوبیوں سے مستفیض تو ہوں۔ اور پھر اسلام کے خلاف ہی علم بغاوت بلند کریں۔ شنکر آچاریہ کے وقت سے ہندوستان کے اس تیرہ خاکدان پر اسلامی نور کی کرنیں جلوہ فگن ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ اس کے بعد جس قدر اصلاحی فرقے ہندو مذہب سے برآمد ہوئے۔ وہ سب کے سب اسلامی تمدن اور تہذیب سے مالامال ہیں۔ جس کے متعلق اوروں تو اور خود آریوں کو بھی اعتراف ہے

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اسلامی توحید نے ہندو مذہب پر ایک خاص اثر ڈالا۔ اسلامی توحید کے بعد ہی ہندو مذہب سے مختلف فرقے نکلے جنہوں نے پرستاران توحید ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس سے قبل ہمیں کوئی ایسی نمایاں مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ اسلامی تصوف نے بھی ہندو ازم پر ایک خاص اثر ڈالا۔ ویدانت ازم میں بہت حد تک مسلم تصوف کام کر رہا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جنگ حبشہ و اطالیہ کے چشم دید حالات

نجاشی میدان جنگ میں

عدلیس آبابا ۶ اپریل ۱۹۳۶ء الحمد للہ ثم الحمد للہ خدا کے فضل سے میں شمالی محاذ جنگ مکلے و تنکیران کا تجربہ حاصل کر کے ادیس آبابا پہنچ گیا ہوں۔ لیکن جن مشکلات کا سامنا ہمیں کرنا پڑا۔ اور جن گونا گوں حالات میں سے ہم گزر کر آئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ ایک لمبی دلچسپ مگر ایک خوفناک داستان ہے۔ جو انشاء اللہ بعد میں لکھ کر بھیجونگا۔ جو قارئین الفضل کے لئے نہایت دلچسپ ہوگی۔ اس وقت مختصر طور پر چند چشم دید واقعات بیان کرتا ہوں۔

ان دنوں ہز مجسٹی نفس نفیس جنگ میں شریک ہیں امپیریل گارڈ نہایت تندہی سے اطالین افواج کو پیچھے ہٹا رہا ہے۔ اور کثرت سے دونو طرف سے انسانی خون بہہ رہا ہے۔ کیونکہ بوجہ بارش کے پہاڑوں پر سے قلیل خون بھی پانی میں مل کر نالیوں کا نظارہ دکھاتا ہے ؎

نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رود بار

عدلیس آبابا پر بم باری

یوم تاتی السماء بدخان کا نظارہ عدلیس آبابا میں کل صبح دیکھا گیا ہوائی جہاز مغربی جانب سے آئے اور بذریعہ مشین گن فائر کرتے ہوئے بہت قریب زمین سے ... اگز کے فاصلے پر ہمارے سامنے ایروڈروم کردو ہوائی جلادیئے۔ لوگ سخت خائف ہو کر دوڑ رہے ہیں شام تک بذریعہ موٹر لاریوں کے جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپ رہے ہیں۔ بعض شہر میں رہ گئے سکتے ہیں مرنا اچھا ہے۔ باہر چور ڈاکو کثرت سے موجود ہیں۔ بوجہ جنگ بہتوں کے پاس کھانا کپڑا نہیں۔ گویا ٹھیک ٹھیک ویقول الانسان این المفر کا وقت ہے مجھے بھی موقعہ ملا۔ بہتوں سے کہتا ہوں ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین ولات حین مناص بھاگنا فضول ہے۔ جائے پناہ خدا ہی ہے

یسوع مسیح نے دعا نہیں سُنی

راس کھاسا اور راس سیوم واپس خرم تک آگئے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ آئے ہیں۔ ان کی فوج کے پچاس ساٹھ ہزار لوگ بیسر کرستوس یا یسوع مسیح، کو مدد کے واسطے پکارتے رہے۔ اور بلاناغہ صبح و شام۔ لیکن اب جبکہ دشمن کو کامیاب ہوتے دیکھا۔ اور اس طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو تمام کی تمام فوج نے دعا کرنی چھوڑ دی

میں نے موقعہ دیکھ کر اکثروں سے کہا "بسو سر کرستوس مقابر اوست" ایاں اتم منہدی آگار واگیاں " یعنی ہمارے ملک ہند میں یسوع کی قبر مل گئی ہے۔ بھلا قبر سے آپ کو کیا جواب آئیگا۔ خدائی رب العٰلمین سے دعا کرو تا رحم کیا جائے۔

ہر ایک بیرونی لیگیشن۔ مثلاً جرمن۔ فرنچ اور امریکن نے اپنی اپنی رعایا مقیم عدلیس آبابا کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ صرف انگلش لیگیشن نے اپنی رعایا کی حفاظت کرنے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ یہ اس کا فرض ہے کہ انڈین رعایا کو بوجہ برٹش subject ہونے کے اپنی وسیع جگہ میں جو گورنمنٹ آف ابی سینیا کی طرف سے اسے ملی ہوئی ہے لے لے۔ کیونکہ وہ ہے ہی اسی غرض کے لئے دوسری وجہ یہ کہ گورنمنٹ آف انڈیا کا اعلان ستمبر ۱۹۳۵ء میں ہوا تھا کہ ۱۵۰ سکھ سپاہی انڈین رجمنٹ کے عدلیس آبابا اس غرض کے لئے بھیجے جا رہے ہیں کہ تا وہاں ہندوستانیوں کی حفاظت کی جائے۔

خدا نے بچایا

میں خود اطالین افواج کے نرغے میں آگیا تھا جبکہ راس کھاسا کی فوج بھی قریباً مقید کر لی گئی اور محصور ہوگئی۔ تب صرف میرے خدا نے میری مدد کی۔ اور بذریعہ مبشر خواب مجھے بتایا کہ میں محفوظ عدلیس آبابا جا رہا ہوں۔ پانچ ماہ میں گویا ہندوستان اور دوسرے عزیزوں کے لئے مرا رہا۔

ہسپتالوں پر بم باری

انگلش ریڈ کراس والے انگلستان سے ادویہ لے کر یہاں اس وقت آئے جبکہ سڑک بن گئی تھی۔ مگر ہم اس وقت میدان کارزار میں نکلے جبکہ سڑک ادھوری تھی۔ اور ایک ماہ خچر پر سفر کر کے عین سرحد پر زخمیوں کی مدد کے لئے پہنچے۔ تیس ہزار پونڈ انگلش ریڈ کراس جمع کر کے لائی۔ اور دو ماہ کام کر کے بمباری سے گھبرا کر واپس عدلیس آبابا آگئی۔ نہایت اچھا کام کیا۔ بمباری سے خیمہ جات تباہ کر دیئے گئے۔ زخمی بیمار مر گئے۔ ڈچ ریڈ کراس پر بھی بم باری ہوئی اور آدمی زخمی ہوئے۔ اور سامان خراب ہو گیا۔ غرضیکہ جتنے ریڈ کراس ہسپتال یہاں آئے تھے ان سب کو اٹلی نے بری طرح خوفزدہ کیا۔ سنا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ریڈ کراس کی لاریوں میں سامان حرب منگوایا جاتا ہے لیکن یہ غلط ہے سراسر بہتان ہے۔ میں گواہ ہوں۔ دو پولینڈ کے ڈاکٹر تھے۔ انتا کو موضع میں جو مکلے کے قریب ہے جسے اطالین نے فروری میں فتح کیا۔ وہ جوان ڈاکٹر ملوکنکا اور فسٹر مارا گیا۔ وہ اس کے ساتھ کام کرتے تھے۔ اطالین نے اسیر کر کے اور یورپ بھیج دیئے

ڈاکٹروں کی ہلاکت

ہم کس طرح سے اطالین کے ہاتھوں سے بچ کر آئے یہ دعا کی قبولیت کا نشان ہے۔ جسے آئندہ بیان کیا جائیگا۔ انشاء اللہ۔

میجر برگوڈن انگریز جو ہماری ریڈ کراس ایمبولینس کیلئے سامان اپریشن و ادویہ اور خوراک کثیر فرنٹیر کو لا رہا تھا۔ راستے میں بم سے مارا گیا۔ اور سامان کچھ جل گیا اور کچھ ڈاکوؤں کے ہاتھ لگ گیا۔ اور بعض لاریاں چوروں نے خراب کر دیں۔ اور سامان لیکر دوڑ گئے۔

ایک امریکن ڈاکٹر ہاکہین شروع جنگ میں ہی موضع جگجگا مشرقی ابی سینیا کی طرف خدمت کرنے لگا۔ وہاں ایک سالم بم جو پھٹا نہیں تھا اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ کہ یکایک پھٹا اور ڈاکٹر مرحوم دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ایک اور ڈاکٹر جو کہتا تھا کہ بے شک اٹلی کو بم پھینکنے دو۔ میں تو ریڈ کراس کی خاطر ہسپتال کے اندر ہی خیموں میں مرونگا۔ آخر کار ہوائی جہاز کے بم کا شکار ہو گیا۔ اس کی لاش بڑی دھوم دھام سے یورپ لے گئے۔

ایک اور ڈاکٹر جس کا نام محمود تھا۔ لائق نوجوان مصری ڈاکٹر تھا۔ وہ بھی بم سے مارا گیا۔ میرا واقف تھا۔ اس کی لاش مصر بڑے اعزاز کے ساتھ ابی سینین گورنمنٹ نے بھیج دی یہ حشر ہوا صلیب احمر کا۔ (ماخوذ)

معلمین طلبا کو گھر پر نہ بلائیں

ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب نے صوبہ ہذا کے تعلیمی اداروں کے نام ایک یادداشت ارسال کی ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل ہدایات منضبط ہیں:-

(۱) بعض حالتوں میں معلمین طلبا کو اپنے مکانوں پر مطالعہ کے لئے نیز ایسے مقاصد کے لئے جن کا تعلیم سے بلاواسطہ کوئی تعلق نہیں بلاتے ہیں۔ یہ خطرناک رواج ہے۔ اور اس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھائے جانے کا احتمال ہے۔ لہٰذا اسے فی الفور بند کر دیا جائے۔

(بقیہ دیکھیں صفحہ ۱۷ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصایا

وصیت نمبر ۵۷۱

منکہ میاں احمد ولد میاں الٰہی بخش قوم بر والہ ساکن تلونڈی جھنگلاں ڈاکخانہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۹۱۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ صرف اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ ۱۰ بماہ حساب کر کے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ زندگی میں کرتا رہوں گا۔ اگر بعد وفات میری متروکہ جائیداد کوئی ثابت ہو تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کا اختیار ہے کہ اس کا ۱/۱۰ حصہ بھی وصول کرے۔ میرے ورثا کو اس میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ مکرر یہ کہ میں نے مبلغ مابت ۱۲۰ روپے نقد قرضہ لوگوں سے لینا ہے۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ مبلغ ۱۲ روپے دو ماہ تک داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کر دوں گا ۱۲ اپریل ۱۹۱۲ء

العبد۔ میاں احمد ولد الٰہی بخش قوم بر والہ ساکن تلونڈی جھنگلاں ڈاکخانہ قادیان۔ تحصیل بٹالہ۔ گواہ شد۔ رحیم بخش مدرس دوئم تلونڈی جھنگلاں بقلم خود۔ گواہ شد۔ سکندر علی مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان بقلم خود۔

وصیت نمبر ۵۱۲

منکہ فیروز الدین ولد شہاب الدین قوم جٹ ساکن گھٹیالیاں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷ جولائی ۱۹۱۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ تین ہزار تین صد تینتیس روپے ہے۔ اس میں سے دسواں حصہ تین سو تینتیس روپے پانچ آنے اپنی زندگی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اشاعت اسلام کے واسطے دے دوں گا۔ اگر ادائیگی رقم مذکورہ میں سے کچھ میرے ذمہ رہ گیا تو میرے مرنے کے بعد میری متروکہ جائیداد میں سے صدر انجمن احمدیہ مذکورہ رقم پورا کرنے کی مستحق ہو گی۔ اور اگر میری جائیداد مذکورہ بالا سے میری زندگی میں بڑھ جاوے تو اس زیادتی کا دسواں حصہ بھی صدر انجمن احمدیہ کو دے دوں گا یا میرے مرنے کے بعد وصول کرے گی لہٰذا یہ وصیت تحریر کر دیتا ہوں کہ سند رہے۔ العبد:۔ فیروز الدین ولد شہاب الدین۔
نشان انگوٹھا

گواہ شد۔ محمد دین ولد حسین بخش جٹ۔ گواہ شد۔ نظام دین ولد شاہ دین جٹ۔ گواہ شد۔ سید نذیر حسین سیکرٹری انجمن احمدیہ گھٹیالیاں۔

وصیت نمبر ۵۱۱

منکہ بہاول خاں ولد چوہدری شاہ دین قوم جٹ زمیندار ساکن گھٹیالیاں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی قیمت مبلغ تین ہزار تین صد تینتیس روپے ہے۔ اس میں سے دسواں حصہ مبلغ ساڑھے ۳۳۳ اپنی زندگی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اشاعت اسلام کے واسطے دے دوں گا۔ اگر ادائیگی رقم مذکورہ میں سے کچھ میرے ذمہ رہ گیا۔ تو میرے مرنے کے بعد میری متروکہ جائیداد میں سے صدر انجمن احمدیہ قادیان پورا کرنے کی مستحق ہو گی۔ اور اگر میری جائیداد مذکورہ بالا سے میری زندگی میں بڑھ جاوے۔ اور میں وقتاً فوقتاً خود بھی صدر انجمن احمدیہ کو اس سے اطلاع دیتا رہوں گا۔ تو اس زیادتی کا ۱/۱۰ حصہ بھی صدر انجمن احمدیہ کو دے دوں گا۔ یا میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ وصول کرے گی۔ لہٰذا یہ وصیت لکھ دیتا ہوں کہ سند رہے۔ المرقوم ۱۷ جولائی ۱۹۱۱ء

العبد۔ بہاول خاں ولد شاہ دین گھٹیالیاں نشان انگوٹھا۔

گواہ شد۔ غلام رسول ولد غلام محمد جٹ گھٹیالیاں۔

گواہ شد۔ سید نذیر حسین سیکرٹری انجمن احمدیہ گھٹیالیاں۔

وصیت نمبر ۴۴۰۰

منکہ عبدالرحمٰن ولد غلام قادر قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال۔ تاریخ بیعت ۲۳ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ دسمبر ۱۹۳۵ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائیداد ایک مکان واقع محلہ دارالبرکات جو کہ پانچ مرلہ میں ہے اور کوئی نہیں ہے . . . . اس کے علاوہ میرا گذارہ ماہوار آمدنی پر ہے جو کہ ماہوار دس تا عشرہ روپے ہے۔ میں ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱/۱۰ حصہ کی مالک ہو گی۔ مکان کی موجودہ مالیت مبلغ چھ صد روپے ہے۔

العبد:۔ عبدالرحمٰن ملازم و خادم حضرت اقدس (اتالیق بچگان) محلہ دارالبرکات۔ قادیان بقلم خود ۳ دسمبر ۱۹۳۵ء

گواہ شد۔ محمد داؤد احمد بقلم خود احمدیہ میڈیکل ہال قادیان۔

گواہ شد۔ عبدالمجید دوکاندار بقلم خود قادیان۔

وصیت نمبر ۴۴۹۱

منکہ ضیاء الدین احمد ولد قطب الدین احمد قوم شیخ قریشی۔ پیشہ وکالت۔ عمر ۲۵ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن پہاڑ گنج دہلی۔ ڈاکخانہ پہاڑ گنج دہلی۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری ملکیت میں کوئی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے۔ اس وقت میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اوسطاً پچاس ۵۰ روپے ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کراتا رہوں گا۔ میری وفات کے بعد جو ترکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ وصیت یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ یا جزو حصہ ادا شدہ سمجھا جائیگا۔ فقط مورخہ ۱۳ جنوری ۳۶ء

العبد۔ ضیاء الدین احمدی بی ۔ اے۔ ایل ایل۔ بی وکیل پہاڑ گنج دہلی۔ گواہ شد۔ محمد یعقوب بقلم خود۔ نائب مدرس ایم۔ بی مڈل سکول پہاڑ گنج دہلی۔ گواہ شد۔ صلاح الدین احمد دفتر ڈپٹی آئی۔ ایم۔ ایس نئی دہلی۔

وصیت نمبر ۱۳۳۴

منکہ محمد رحیم الدین احمدی ولد کریم الدین قوم شیخ ساکن سیوہارہ ضلع بجنور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ یکم دسمبر ۱۹۱۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے پاس غیر منقولہ جائیداد کسی طرح کی نہیں ہے۔ صرف کتابیں حسب ذیل ہیں۔ الحکم اخبار کے فائل جنوری ۱۸۹۹ء سے آخر دسمبر ۱۹۰۰ء تک۔ اور جلد ۱۹۰۱ء، جلد ۱۹۰۲ء، و جلد ۱۹۰۳ء و جلد ۱۹۰۴ء و جلد ۱۹۰۵ء، و جلد ۱۹۰۶ء و جلد ۱۹۰۷ء و جلد ۱۹۰۸ء یہ دس کتابیں مبلغ بیس روپے میں بہ ہدایت سید محمد عبدالمجید سیکرٹری انجمن احمدیہ منصوری بر رضا و رغبت فروخت کی گئی ہیں۔ زر مذکورہ بالا عنقریب خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کیا جائیگا۔ آئینہ کمالات اسلام مع التبلیغ۔ ریویو آف ریلیجنز جلد نمبر ۳ ۱۹۰۴ء و ریویو جلد ۴ ۱۹۰۵ء و جلد نمبر ۵ و جلد نمبر ۶ و جلد نمبر ۷ و جلد نمبر ۸۔ مجلد خام ۶ کتابیں حسب تفصیل ہیں۔ شہادۃ القرآن۔ ایک۔ ضرورت امام۔ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پرانی تحریریں۔ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب لاہور ۱۸۹۶ء۔ مجلد خام ۷ کتابیں حسب ذیل:۔ درثمین پرانی۔ ضیاء الحق وغیرہ ہم۔ جن کی کل قیمت اٹھارہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آدھ آنہ ہوتے ہیں۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ علاوہ جلد ہائے الحکم جن کی قیمت مبلغ بیس روپے ہے معرفت سید محمد عبدالمجید صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ کوہ منصوری داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرائے جائیں گے۔ اگر میرے مرنے کے وقت کوئی اور جائیداد پیدا یا ثابت ہوگی تو اس کے ۱/۱۰ حصہ پر وصیت حاوی ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں انجمن مذکورہ کو جائیداد وصیت کردہ کی قیمت میں سے کوئی روپیہ داخل کر دوں۔ یا کوئی جائیداد حوالہ کر دوں۔ تو اس قدر حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ فقط مورخہ یکم دسمبر ۱۹۱۷ء

العبد: محمد رحیم الدین احمدی بقلم خود

گواہ شد: سید محمد عبدالمجید احمدی سیکرٹری انجمن احمدیہ (گرین ہوس منصوری)۔ گواہ شد: عبدالرشید احمدی تاجر بقلم خود لنڈھور بازار منصوری۔

سکھوں کی تبلیغی سرگرمیاں

ہندو قوم سے اچھوتوں کی بیزاری اور ان کا ہندو دھرم کو ترک کرنیکا عزم ایک بہت بڑا تاریخی واقعہ ہے۔ اس مظلوم قوم کی بیداری اور احساس مظلومیت کے اندر عظیم الشان انقلابی طاقتیں پوشیدہ ہیں۔ جو کئی لحاظ سے ہندوستان کا نقشہ بدل دینے کی اہلیت رکھتی ہیں۔ آٹھ کروڑ افراد کی قوم کا اپنے پرانے مذہب سے بیزار اور غیر مطمئن ہو کر اسے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں۔ غالباً ساری دنیا کی تاریخ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

اچھوت عزت و مساوات کے متلاشی ہیں۔ وہ کوئی ایسا مذہب چاہتے ہیں جو انہیں اچھوت پن کی ذلت سے نکال کر انسانیت کا شرف بخش سکے۔ وہ ایسی برادری کے طلبگار ہیں جو انہیں بھائی سمجھے اور ان سے بھائیوں کا سا سلوک کرے۔ اچھوت جو کچھ چاہتے ہیں وہ انہیں اسلام صرف اسلام کے اندر ہی مل سکتا ہے۔ یہ وقت تھا کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس مظلوم قوم کو دولت ایمان و مساوات سے مالا مال کر دیتے۔ اچھوتوں کے انقلابی نعروں نے ساری دنیا کو چونکا دیا ہے۔ لیکن نہایت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی خواب غفلت کی وہی کیفیت ہے۔ گویا آٹھ کروڑ افراد کی ایک عظیم الشان قوم ان کے آستانے پر کھڑی آوازیں دے رہی ہے۔ لیکن مسلمان ان آوازوں کا جواب مدہوش خراٹوں سے دے رہے ہیں۔ بخلاف ان کے دوسری قومیں اپنی مذہبی و تمدنی کمزوریوں کے باوجود اچھوتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہی ہیں۔ عیسائیوں کو تو خیر چھوڑیئے ان کی تبلیغی سرگرمیاں عرصہ دراز سے جاری ہیں اور بظاہر وہ کسی حد تک اچھوتوں کی دستگیری بھی کر سکتے ہیں۔ گو حقیقی طور پر عیسائیت اچھوتوں کی بہتری کا ذریعہ ہرگز نہیں بن سکتی۔ لیکن زیادہ عجب ہندوؤں کے مختلف فرقوں کے دعاوی و مساعی پر ہے۔ آریہ سماجی۔ مہا سبھائی۔ دیو سماجی وغیرہ۔ اور سناتنیوں کا ایک خاص طبقہ اچھوتوں کو سبز باغ دکھلانے میں مصروف ہے۔ اور ان کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر قیمت پر اچھوتوں کو اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہیں۔

سکھ جو تمدنی و معاشرتی اور چھوت چھات کے لحاظ سے ہندو قوم اور ہندو دھرم کا ہی ایک حصہ ہیں اس جد و جہد میں غیر معمولی حصہ لے رہے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے خاص خاص طبقات کی امداد و حوصلہ افزائی بھی انہیں حاصل ہے۔ چند روز ہوئے پٹیالہ میں اس موقعہ پر امرتسر میں سکھوں کی ایک عظیم الشان تبلیغی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں سر جوگندر سنگھ وزیر زراعت۔ ماسٹر تارا سنگھ اکالی۔ پروفیسر تیجا سنگھ ریاست پٹیالہ کے سکھ افسران وغیرہ غرضیکہ ہر خیال و عقیدے کے ذمہ وار سکھ شریک تھے۔

اس کانفرنس میں اچھوتوں کو سکھ بنانے کے متعلق نہایت پُر زور تقریریں ہوئیں۔ بعض قابل توجہ قرار دادیں بھی منظور کی گئیں۔ اچھوتوں میں سکھ مذہب کی تبلیغ کی عملی ذرائع پر سنجیدگی سے غور کیا گیا۔ سنا ہے کہ بعض حضرات نے یہ تحریک کی کہ تعلیم یافتہ اور عالی خاندان سکھ اچھوتوں کو اپنی لڑکیاں دیں۔ اچھوتوں میں اچھوتوں کا ایک ہفتہ منانے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں فراہمی سرمایہ کے لئے عملی اقدام کیا گیا۔ ہز ہائینس مہاراجہ پٹیالہ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ اس مقصد کے لئے پہلے دے چکے ہیں۔ پچاس ہزار اور دیں گے۔ "اکال تخت" کے جتھہ دار نے اعلان کیا کہ دربار صاحب کی طرف سے پچیس ہزار روپیہ دیا جائیگا۔ گورمکھ سنگھ مسافر نے تجویز پیش کی کہ تمام سکھ گوردواروں پر ایک سالانہ رقم عاید کر دی جائے تو اس طرح ایک لاکھ نوے ہزار روپیہ سالانہ روپیہ باسانی وصول ہو جایا کرے گا۔ اس کے علاوہ افسران ریاست پٹیالہ نے پانچ ہزار۔ سنت پریم سنگھ نے پانچ ہزار۔ سر جگندر سنگھ نے گیارہ سو۔ اور دیگر متعدد حضرات نے ایک ایک ہزار روپیہ دیا۔

کاش مسلمان ان تمام حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ سکھوں میں چھوت چھات کی رسم تقریباً ہندوؤں کی طرح ہی جاری ہے۔ ان میں اچھوتوں کا ایک مستقل گروہ "مذہبی سکھوں" کے نام سے موجود ہے جس سے ہندو اچھوتوں سے بہتر سلوک نہیں ہوتا۔ کم از کم شمالی ہندوستان کے ہندو اور سکھ اچھوتوں میں کچھ فرق نہیں ان پابندیوں کے باوجود سکھ قوم کی جد و جہد اور حوصلوں کی یہ کیفیت ہے۔ اسلام تو ایک خالص تبلیغی مذہب ہے۔ عرب کے ریگستان سے چند آدمی نکلے۔ اور دین فطرت کی خوبیوں اور اپنے تبلیغی اوصاف و مساعی کی وجہ سے ساری دنیا پر چھا گئے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت دراصل وہ خراج ہے جو ہندو دھرم نے اسلام کے حضور پیش کیا۔ ضرورت تھی۔ کہ آج یہ قوم اچھوتوں کو گلے لگانے کے لئے اس تنظیم و عجلت کے ساتھ اٹھتی کہ دوسری قوموں کو اس میدان میں قدم رکھنے کا موقعہ ہی نہ ملتا۔ لیکن افسوس صد افسوس وہی آج سب سے پیچھے ہے۔ اس پر موت کی سی بے حسی طاری ہے۔ نہ اسے اپنا ماضی یاد ہے نہ مستقبل کی فکر ہے۔ اس کی زندگی کا ثبوت اب صرف برادر کشی اور خانہ جنگی کے ہنگاموں میں ہی مل سکتا ہے۔ (ماخوذ)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۵)

(۲) معلمین کو خاص احتیاط رکھنی چاہیئے کہ وہ طالبعلم سے سکول کے اندر یا باہر کسی قسم کا بھی کام نہ لیں۔

(۳) افسران معائنہ سے درخواست ہے۔ کہ جب وہ مدارس کا معائنہ یا نگرانی کریں۔ تو متذکرہ بالا ہدایات کے متعلق خاص توجہ دیں۔

(۴) مندرجہ بالا ہدایات کے مطابق اس امر کی ممانعت نہیں ہے کہ مدرسین باقاعدہ اجازت حاصل کرنے کے بعد طلباء کو گھر پر پڑھائیں۔ یہ پڑھائی ہر حالت میں طلباء کے گھر پر ہونی چاہیئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور اینڈ سنز کی تیر بہدف و شہرہ آفاق ادویہ!!

اکسیر البدن (رجسٹرڈ) دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے

بلا شبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ آج ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں۔ کیونکہ دل میں نئی امنگ۔ اعضا میں نئی ترنگ۔ دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا۔ کمزور کو زور آور۔ اور زور آور کو شاہ زور۔ نامرد کو مرد۔ اور مرد کو جوانمرد بنانا اس اکسیر پر ختم ہے ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے محصولڈاک علاوہ۔

جناب ملک شیر محمد خانصاحب پنشنر ڈاکخانہ مومن کوٹ رحمت خاں ضلع شیخوپورہ

سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے جسم میں جسقدر خطرناک عوارض تھے۔ مثلاً فالج پسلی کا درد۔ پیشاب کا جلن سے آنا۔ اکسیر البدن کے ذریعہ سب کو آرام ہو گیا۔ آپ جس دیانتداری سے ادویات تیار کرتے ہیں۔ اس کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کی ادویات کی تعریف جو اشتہاروں میں درج ہے۔ ان کے اثرات اس تعریف سے بے انتہا بلند ہیں"

دنیا میں تو موتی سرمہ کی ہی دھوم مچ رہی ہے!

آج دنیا اس بات کو مان چکی ہے کہ موتی سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ جالا۔ پھولا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندا۔ ابتدائی موتیا بند وغیرہ غرضیکہ جملہ امراض کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال رکھتے ہیں۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پاتے ہیں۔

قیمت فی تولہ صرف دو روپے آٹھ آنے (۲/۸)

محصول ڈاک علاوہ

ایک جج صاحب بہادر نے بہت سا سرمہ مفت تقسیم کیا!

جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب کنٹونمنٹ سپرنٹنڈنٹ چھاؤنی فیروزپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کا موتی سرمہ ایک سب جج صاحب بہادر کو استعمال کروایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا فائدہ دیا کہ وہ آپ کے موتی سرمہ کے گرویدہ ہی ہو گئے ہیں۔ اب وہ غربا میں بطور کار خیر مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ آدھ آدھ تولہ والی بارہ شیشیاں اور ایک شیشی تولہ والی بدیں خط بذریعہ وی پی بلد بھیج دیجئے!"

اکسیر اکبر

جس کا اثر مستقل ہے۔ اکسیر البدن کے علاوہ اس میں مزید حسب ذیل اجزاء شامل ہیں۔ سونے کا کشتہ۔ کستوری۔ عنبر۔ یاقوت وغیرہ۔ اس کے فوائد کے کیا کہنے۔ ایک ہی لاثانی دوا ہے۔ اس کی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ مفصلہ ذیل نئی و پرانی بیماریوں میں اس کا اثر فوری اور مستقل ہے۔

ضعف دل۔ ضعف دماغ۔ ضعف اعصاب۔ ضعف ہاضمہ قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا۔ دل کی دھڑکن۔ سر کا چکر آنا۔ آنکھوں میں اندھیرا آنا۔ بے چینی۔ سستی۔ اداسی۔ ذرا سے کام سے دل کا کانپنا۔ جسم میں سخت کمزوری وغیرہ بیماریوں کے لئے یہ اکسیر بفضلہ تعالیٰ آخری اور یقینی علاج ہے۔ لاگت کے مقابلہ پر قیمت برائے نام یعنی ایک ماہ کی خوراک کی قیمت صرف بیس روپے (۲۰؍) محصول ڈاک علاوہ۔

اکسیر اکبر سے ۵۴ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان بن گیا

جناب ڈاکٹر شیر محمد صاحب عاصی اسسٹنٹ سرجن فورٹ لاکھارٹ ضلع کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ اکسیر اکبر کی ایک ماہ کی خوراک جو آپ سے منگوائی تھی ایک مریض جس کی عمر ۴۰ سال سے متجاوز ہو چکی تھی اور جس کو کمزوری تقریباً ۱۰ سال سے تھی کو استعمال کرائی گئی۔ دوران استعمال میں ایک حیرت انگیز تبدیلی اس کے جسم میں رونما ہوئی۔ جو سینکڑوں مقوی ادویہ کے کھانے سے بھی آجتک نہ ہوئی تھی۔ یعنی اکسیر اکبر کے استعمال سے اس کی صحت ایسی ہو گئی جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کی جیسی جوانی کا عالم ہوتا ہے"۔

اکسیر اکبر واقعی اس زمانہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ آپ ایک مرتبہ ضرور تجربہ فرمائیے!

تریاق اعظم

اس ایک ہی تریاق سے سر سے پاؤں تک کی جملہ بیماریوں کا علاج کیجئے۔ گھر میں اس تریاق اعظم کی شیشی ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتی۔ سفر میں اس کی ایک شیشی کا آپکے پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہسپتال کی جملہ ادویہ آپکی پاکٹ میں ہیں۔ اسکے ہر قطرہ میں آبحیات اور ہر مرض کیلئے اکسیر ہے۔ اسکے ایک قطرہ کے حلق سے اترتے ہی مردہ جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ سر کے درد۔ پسلی کے درد۔ گنٹھیا کے درد۔ عرق النساء کے درد۔ معدہ کے درد۔ جگر کے درد۔ غرضیکہ جملہ قسم کے دردوں کیلئے تیر بہدف۔ ناسور۔ جلے ہوئے آبلوں۔ تلی۔ بخار۔ ہیضہ۔ بدہضمی کیلئے اکسیر۔ قصہ کوتاہ تقریباً دو صد امراض کا ایک ہی علاج ہے۔ مفصل حالات پرچہ ترکیب استعمال میں ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے چار آنے۔ محصول ڈاک علاوہ

تریاق اعظم کے ذریعہ جاں بلب مریض کو شفا ہو گئی

جناب مسٹر خلیل الرحمٰن صاحب ایرایر آبزرویٹری آگرہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے "تریاق اعظم" نامی دوا آپ سے منگوائی میں اس کی جس قدر بھی تعریف کروں کم ہے۔ یہ تریاق ہر بال بچہ والے گھر میں ہونا ضروری ہے۔ میرے پڑوس میں ایک جاں بلب مریض کو اس تریاق سے فوراً شفا ہوئی۔ اور ایسی مثالیں بیشمار ہیں جس میں آڑے وقت میں تریاق اعظم تیر بہدف ثابت ہوئی۔ آپ نے ایسی بہترین ایجاد کر کے مخلوق خدا پر بڑا احسان کیا ہے۔ اگر اسے زندگی کا رہبر کہا جائے تو بجا ہے۔ ایک شیشی کلاں جلد بذریعہ وی پی بھیج کر شکریہ کا موقعہ دیں!!"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اکسیر بواسیر

یہ نامراد موذی مرض انسان کا خون نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ اس کی مصیبت کو کچھ وہی بہتر سمجھ سکتا ہے جسے بدقسمتی سے اس موذی مرض سے سابقہ پڑا ہو۔ ہماری یہ اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ کسی قسم کا ہو۔ زیادہ سے زیادہ چودہ روز کے استعمال سے جڑ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔ قیمت تین روپیہ۔ محصولڈاک علاوہ

تین شیشی اور بھیجئے!

جناب بابو محمد عالم صاحب ہیڈ کلرک اچھاپور نواب گنج سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے پہلے بھی آپ سے اکسیر بواسیر نامی دوا منگوائی تھی۔ جس سے وہ دوست ایک سال تک اچھے رہے۔ ان کو دیکھ کر اب اور مریضوں نے بھی خواہش ظاہر کی ہے۔ لہٰذا بذریعہ خط ہذا تین شیشی اکسیر بواسیر اور بذریعہ وی پی بھیج کر شکریہ کا موقعہ دیجئے"۔

موتی دانت پوڈر

میلے دانت جملہ بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو ضروری سمجھتے ہیں تو آج ہی سے اس کا استعمال شروع کر دیں۔ جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں فولاد کی طرح مضبوط بنا کر موتیوں کی طرح چمکاتا ہے۔ اور بدبوئے دہن کو کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ قیمت دو اونس کی شیشی جو مدت تک کافی ہے ایک روپیہ۔ محصولڈاک علاوہ۔

رفیقِ زندگی

گرم مزاج والوں کے لئے بےنظیر تحفہ ہے۔ مفرح دل اور مقوی دماغ۔ جس سے جوہر حیات کو خاص ترقی ہوتی ہے۔ بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد۔ دل ہر وقت دھڑکتا سر چکراتا۔ آنکھوں میں اندھیرا آتا۔ اٹھتے وقت ستارے سے دکھائی دیتے بےچینی۔ گھبراہٹ سستی اور اداسی چھائی رہتی ہو۔ کام کرنے کو دل نہ چاہتا ہو۔ جسم میں سخت کمزوری ہو۔ اس کیلئے یہ جادو اثر دوا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس دوا کا ایک ماہ کا استعمال سال بھر کیلئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی دوا سے بےنیاز کر دے گا۔ ایک ماہ کی خوراک جسمیں پندرہ تولہ دوا ہے قیمت پانچ روپے۔ محصولڈاک علاوہ۔

اکسیر معدہ

ضعف معدہ۔ بدہضمی۔ کمی بھوک۔ دردِ شکم۔ اپھارہ۔ باؤ گولہ۔ پیٹ کا گڑگڑانا۔ کھٹی ڈکاریں۔ جی کا متلانا۔ قے۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا۔ سر چکرانا۔ کرم شکم۔ اسہال۔ ریاح۔ کھانسی۔ دمہ کے لئے تیر بہدف ہے۔ دودھ۔ گھی۔ مکھن۔ بالائی۔ انڈے وغیرہ تمام ہضم کرنیکا بہترین ذریعہ ہے۔ دماغ حافظہ اور ذہن کو تقویت پہنچاتی ہے۔ کمزور اور دماغی کام کرنیوالوں کیلئے بےنظیر چیز ہے۔ قیمت صرف دو روپے محصولڈاک علاوہ

قبض کشا گولیاں

اول تو کبھی کبھار کی قبض بھی بہت تکلیف دہ ہے۔ پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ۔ اگر آپکا معدہ صاف ہے، تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں۔ ورنہ یہ امر مسلمہ ہے کہ قبض تمام بیماریوں کی ماں ہے۔ ایک دن گھر کا پاخانہ صاف نہ ہو تو تمام گھر کی فضا اسقدر خراب ہو جاتی ہے کہ ناک میں دم آ جاتا ہے یہی حال آپ معدہ کا سمجھئے۔ اگر ایک روز بھی کھل کر اجابت نہ ہو تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے، اور متعفن معدہ ہی ہر ایک بیماری کی جڑ ہے۔ قبض کشا گولیاں کیا ہیں گویا معدہ کی جھاڑو ہیں۔ ان کا دائمی استعمال سمجھو کہ صحت کا بیمہ ہے۔ ایکسو گولی کی قیمت دو روپے۔ محصولڈاک علاوہ۔

افیون چھڑاؤ گولیاں

افیون بہت بری بلا ہے۔ علاوہ روپے کے نقصان کے یہ انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتی ہے۔ بدقسمتی سے جسے اسکی عادت پڑ جائے۔ پھر اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ہماری یہ گولیاں بہت جلد انشاء اللہ اس بلا سے نجات دلاویں گی۔ قیمت یکصد گولی دو روپے۔ محصولڈاک علاوہ۔

اکسیر جریان

اس نامراد موذی مرض سے بڑھ کر اور کوئی خطرناک روگ نہیں۔ یہ اندر ہی اندر گھن کی طرح انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتا ہے سر میں درد۔ چہرہ زرد طبیعت سرد۔ ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے دل اکتایا ہوا۔ بھوک مری ہوئی۔ غرضیکہ یہ نامراد بیماری انسان کو زندہ درگور بنا دیتی ہے۔ ہم نے سالہا سال کے تجربہ کے بعد اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنیکے لئے ایک مجرب نسخہ ایجاد کیا ہے اگر اسکی قیمت دس روپے بھی رکھی جاتی تو بھی تھوڑی تھی مگر پبلک کی ہمدردی کی خاطر اسکی قیمت تین روپے رکھی جاتی ہے محصولڈاک علاوہ

بیس سالہ احتلام۔ جریان اور سستی جاتی رہی

جناب مہدی خانصاحب ٹھکھال ڈاکخانہ ڈلوال ضلع جہلم سے لکھتے ہیں کہ "جناب سے دوا اکسیر جریان منگوائی تھی۔ اس سے اس حد تک فائدہ ہوا کہ بیس سال کے امراض احتلام۔ جریان۔ سستی وغیرہ سب جاتی رہی۔ اللہ تعالے اس ایجاد کے لئے آپ کو جزائے خیر دے"۔

اکسیر دمہ

اگرچہ بیماری تو ہر ایک ہی تکلیف دہ ہوتی ہے مگر مرض دمہ سے تو خدا کی پناہ۔ کیونکہ یہ ایسا نامراد موذی مرض ہے کہ نہ اٹھتے نہ بیٹھتے نہ سوتے نہ جاگتے نہ چلتے حتیٰ کہ انسان کو کسی پہلو بھی تو چین نہیں آتا۔ پھر اس کے متعلق عام طور پر یہ مشہور ہے کہ دمہ دم کے ساتھ جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ہر فرد بشر کو اس موذی مرض سے بچائے۔ ہم نے سالہا سال کی محنت شاقہ اور بڑے تجربہ کے بعد ایک اکسیر دمہ نامی دوا تیار کی ہے۔ جو انشاء اللہ زیادہ سے زیادہ دو ہفتہ میں خدا کے کرم سے اس ظالم مرض سے انسان کا چھٹکارا کر دیتی ہے۔ قیمت تین روپے علاوہ محصولڈاک

مچھر پروف

جب رات کو انسان میٹھی نیند سو رہا ہو تو اس وقت مچھروں کے کاٹنے سے جو بےچینی ہوتی ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اور پھر اس کے کاٹنے سے ملیریا بخار جیسا موذی روگ جو انسان کو زندہ درگور بنا دیتا ہے لگ جاتا ہے۔ ہم نے ایک ایسا تیل ایجاد کیا ہے جسکی بو سے مچھر اس طرح بھاگتا ہے جس طرح "لاحول" سے شیطان۔ اس کے چند قطرے بدن پر مل لیجئے اور بےکھٹکے میٹھی نیند آرام کیجئے۔ دو اونس کی شیشی جو خاصی مدت کے لئے کافی ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ محصولڈاک علاوہ

بال اڑانے کی خوشبودار دوائی

اس خوشبودار دوائی کو پانی میں گھول کر لگانے سے ایک منٹ کے اندر اندر سخت سے سخت اور نرم سے نرم جگہ کے بال بصفائی کمال جڑھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ قیمت فی شیشی ۸/ محصولڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ: مینیجر نور انیڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موتی کوڑیوں کے مول

آٹھ کتب کا سٹ بجائے ۵ر کے ۲ر۸ پر

آٹھ کتب کا سٹ بجائے ۵ر کے ۲ر۸ پر

حضرت بابا نانک کا مذہب

یہ وہ جامع کتاب ہے جسمیں ہندوؤں کے کل عقاید (۱) وید سمرتی پران (۲) چھوت چھات (۳) تیرتھ یاترا (۴) جنیو (۵) مورتی پوجا (۶) سوتک (۷) اوتار (۸) گئو پوجا (۹) مردے کا جلانا۔ (۱۰) ذبیحہ یا جھٹکا (۱۱) تناسخ (۱۲) سکھوں کے پانچ ککے۔ شری گرنتھ صاحب اور حضرت بابا نانک کے اقوال سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت موصوف نے ان عقاید کی تردید کی ہے۔ اور اس کے خلاف مسلمانوں کے عقائد کے گورو صاحب دل و جان سے مؤید تھے۔ مثلاً (۱) کلمہ طیبہ (۲) نماز روزہ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۴) حج کعبہ (۵) قبلہ پر ایمان۔ (۶) عقیدہ ملائکہ (۷) قرآن مجید پر ایمان (۸) صوفیائے کرام اور حضرت باوا نانک (۹) حضرت بابا نانک کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید ہے۔ پھر آخیر میں اس کتاب میں نہایت مدلل و مبسوط مضمون تاریخی نقطۂ خیال سے درج ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ شاہان اسلام گورو صاحبان کے حامی و مددگار رہے۔ اور سکھوں کے پانی کی جگہ اپنا پسینہ بہایا۔ اس کتاب کے متعلق ہندوستان کے بیسیوں چوٹی کے اخبارات نے زبردست ریویو میں یہ ظاہر کیا ہے کہ سکھوں اور ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے یہ بے نظیر کتاب ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ ۱۲ر محصولڈاک علاوہ

مُسلمانوں کا احسان سکھوں پر

مضمون نام سے ظاہر ہے۔ اس میں سکھوں کی مسلّمہ کتب سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں مسلمان سکھوں کے سر آڑے وقت میں کام آتے رہے ہیں۔ سکھ گوروؤں کے پسینہ کی جگہ مسلمانوں نے اپنا خون بہایا۔ سکھ گوروؤں کی طرف سے مسلمان ہر مشکل کے وقت سینہ سپر ہوئے۔ یہ رسالہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے قیمتی مضمون کو بعض سکھ اخبارات نے بھی فخریہ شائع کیا۔ ضرورت ہے، کہ ایسا رسالہ وسیع پیمانہ پر شائع ہو تاکہ ہمارے ہمسایہ سکھ بھائی اپنے دوست اور دشمن کو بہتر سمجھ سکیں۔ قیمت صرف ۵ر محصول ڈاک علاوہ۔

سکھ اور مُسلمان

یہ جناب ایڈیٹر صاحب "اخبار نور" کا وہ لیکچر ہے جو گذشتہ سے پیوستہ سال مرکزی سالانہ جلسہ پر دیا گیا۔ اور پھر دوستوں کے اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ یہ لیکچر اس قدر مقبول عام ہوا کہ اس کا پہلا ایڈیشن جو دو ہزار چھپا تھا ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ اب دوسرا ایڈیشن مزید اضافہ سے شائع کیا گیا ہے۔ سکھوں میں تبلیغ کیلئے بہترین حربہ ہے۔ قیمت صرف ۸ر محصولڈاک علاوہ۔

سکھ مُسلم اتحاد

یہ جناب ایڈیٹر صاحب موصوف کا وہ لیکچر ہے۔ جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر دیا گیا جسے حاضرین نے خاص اشتیاق سے سنا۔ اب دوستوں کے اصرار پر یہ رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں از روئے گرنتھ صاحب اور دیگر سکھ تاریخی کتب سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سکھوں کا اگر مضبوط اقدموں پر اتحاد ہو سکتا ہے تو مسلمانوں سے ہی۔ سکھ دوستوں کو دینے کے لئے بے نظیر تحفہ۔ قیمت صرف ۸ر محصولڈاک علاوہ۔

ہندو دھرم کی حقیقت

یعنی سناتن دھرم پر ایک تنقیدی نظر۔ آج تک مسلمانوں کی طرف سے اس مذہب کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا کیا گیا تھا۔ اس لئے اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس معرکتہ الآرا کتاب میں حسب ذیل مضامین ہیں (۱) ویدوں کی حقیقت (۲) کیا وید الہامی ہیں (۳) ہندوؤں کا مسئلہ اوتار (۴) اوتاروں کی تقسیم (۵) ستجگ کے اوتار (۶) ایشور مچھلی کے روپ میں (۷) ایشور کچھوے کے روپ میں (۸) ایشور سور کے روپ میں (۹) ایشور بادشاہ کے روپ میں (۱۰) ایشور کلہاڑے والے کے روپ میں (۱۱) رام اوتار (۱۲) دواپر یگ کے اوتار (۱۳) کرشن اوتار (۱۴) بدھ اوتار (۱۵) ضرورت اسلام پر سوامی دیانند کی گواہی وغیرہ وغیرہ گویا ہندوؤں کی وہ کتب جو ہزارہا اوراق پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اور آج تک ان میں درج شدہ مضامین کی بھنک تک بھی مسلمانوں کے کانوں میں نہ پڑی تھی۔ یہ ان جملہ کتب کا نچوڑ ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

آریہ مذہب کی حقیقت

مارچ ۱۹۲۳ء میں جبکہ آریوں کی طرف سے ... جبو تانہ میں ملکانہ ارتداد کا جھگڑا اچلا تھا۔ اس وقت یہ کتاب اس ارتداد کی وبا کو روکنے کے لئے بہترین تریاق ثابت ہوئی تھی۔ اس کی تاثیر اور اس کی مقبولیت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلم آوٹ لک۔ زمیندار اور سیاست وغیرہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ آج تک جس قدر کتب اس موضوع پر لکھی گئی ہیں یہ ان سب پر فائق ہے۔ مجھ سے اجازت لے کر بعض دوستوں نے سندھی اور گجراتی میں بھی ترجمہ کیا۔ اب یہ مزید اضافہ کے ساتھ چھپ گئی ہے۔ پہلے حجم ۸۰ صفحات تھا۔ اب ۱۰۸ ہے۔ کاغذ لکھائی۔ چھپائی سب اعلیٰ ہے۔ قیمت غیر مجلد ۶ر جو تقریباً اصل لاگت ہے۔ ضرورت ہے کہ اس مجرب تبلیغی حربہ کی اشاعت نہایت ہی وسیع پیمانہ پر ہو۔ اس لئے اس کی قیمت اصل لاگت ہی رکھی گئی ہے

گائے اور سکھ دھرم ایک آنہ۔ گورو کی بانی (گورمکھی میں) ۱ر

یہ آٹھ کتب کا سٹ جس کی قیمت پانچ روپیہ ایک آنہ ہوتی ہے۔ کو اکٹھا خریدنے والے سے صرف دو روپے آٹھ آنے۔ محصولڈاک علاوہ۔

ملنے کا پتہ:۔ **منیجر اخبار نور نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب**